سرکارِ غوث صمدانی محبوبِ سبحانی سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی شخصیت، سوانح اور خدمات پر ایک مختصر مگر جامع تبصرہ

شاہِ جیلان رحمۃ اللہ علیہ

تالیف
قاضی عبد النبی کوکب

سرکارِ غوث صمدانی محبوبِ سبحانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی شخصیت، سوانح اور خدمات پر ایک مختصر مگر جامع تبصرہ

شاہِ جیلان رحمۃ اللہ علیہ

تالیف
قاضی عبدالنبی کوکب

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

نام کتاب	شاہ جیلان
تالیف	قاضی عبدالنبی کوکب
اشاعت	اکتوبر 2003ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z249
قیمت	-█ روپے

ملنے کے پتے

فہرست مضامین

بحضور سرکار غوثیت مآب

سلام اس پھول پر جو کہ کھلا جیلاں کے گلشن میں
معطر ہوگیا جس سے گلستانِ مسلمانی

محیطِ علم ظاہر تھے، حریم سرّ باطن تھے
تعجب خیز ہے ان کی ہمہ گیری ہمہ دانی

وہ جن کی ارجمندی بھاگئی چشم مشیت کو
ہوئی جن کے سپرد دیوانِ ملت کی نگہبانی

جہاں والوں کو پھر دین خدا کی یاد دلوائی
دلوں میں پھر اجاگر کر دیئے انوار یزدانی

سلام اے پیر جیلانی! سلام اے غوثِ صمدانی
سلام اے سرِّ وحدت، آیہ حق، نورِ ربانی

قاضی عبدالنبی کوکب

عرض ناشر

غوث صمدانی، قطب ربانی، محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی شخصیت، حالات زندگی، کارہائے نمایاں اور فضائل و کرامات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ زیر نظر کتاب ہمارے زمانے کے نامور محقق اور صاحبِ اسلوب ادیب حضرت علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمتہ اللہ علیہ کی ندرتِ فکر کا شاہکار ہے۔ اس خاکسار کو زمانہ طالب علمی میں قاضی صاحبؒ کی تقریریں سننے کا موقع میسر آیا اور ان کی تحریروں سے استفادہ کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ان کی شخصیت، تبحر علمی اور خلوص کا ایک گہرا نقش آج تک قلب و ذہن پر مرتسم ہے۔

"ماہنامہ ضیائے حرم" لاہور کا اجراء ہوا تو حضرت قاضی صاحب اس کے مستقل قلمی معاونین میں شامل تھے۔ حضرت قبلہ مرشدی ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمتہ اللہ علیہ قاضی صاحب کی تحریر اور ان کی علمیت کے بہت معترف اور قدردان تھے اور انہوں نے عمر بھر قاضی صاحب سے ایک گہرا تعلق استوار رکھا۔ یوں ہمارے لئے بھی ان کی ذات محبت کا مزید معتبر حوالہ بن گئی۔ یہ رسالہ اگرچہ بہت طویل نہیں لیکن مصنف کے مخصوص اسلوب نے اسے بڑی جامعیت بخش دی ہے اور اس رسالے میں آپ کو سیدنا غوثِ اعظمؓ کے حوالے سے ایسے نادر نکات ملیں گے جو بہت سی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی کے بعد بھی بمشکل حاصل ہوتے ہیں۔

طالب دعا

محمد حفیظ البرکات شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(از قاضی عبدالمصطفیٰ کامل ایم۔اے)

غالباً مسلمان دنیا کی وہ خوش قسمت ترین قوم ہے جس کے چودہ سو برس کے ماضی میں جابجا عظمت کے روشن مینار، رشد و ہدایت اور حکمت و دانش کا نور بکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن شاید یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج دنیا میں یہ واحد ایسی قوم ہے جو اپنے ماضی سے ناآشنا ہے، جس کا اپنی تاریخ سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے، جو اپنے عظیم اور جلیل اسلاف کے کارناموں اور ان کی خدمات سے بے بہرہ ہے۔ ان اسلاف میں اگرچہ عظیم فاتح، مثالی حکمران، عظیم فلسفی و دانشور، بلند پایہ تاریخ دان اور سائنسی علوم کے ماہرین بھی شامل ہیں اور ایسے عالم و صوفی بھی اس ملت کی تاریخ کا حصہ ہیں جن کے روشن کردہ علم و حکمت اور بصیرت و معرفت کے چراغ صدیوں سے انسانی قافلوں کی رہبری اور رہنمائی کرتے چلے آئے ہیں، لیکن ہم نے کسی کو بھی تو کماحقہ یاد نہیں رکھا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ تاریخ کی ہزار ستم ظریفیوں کے باوجود اور اغیار کی لاکھوں سازشوں کے بعد بھی جن عبقری انسانوں کے نام تاریخ کے اوراق میں دب نہیں سکے، ہم نے انہیں بھی بطور تبرک یاد رکھ لیا۔ انہی عظیم شخصیتوں میں سے ایک نام "شاہ جیلان" سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ذات گرامی کا بھی ہے جنہیں قوم کا سوادِ اعظم "غوث الاعظم" کے لقب سے پکارتا ہے۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کیسپیئن (Caspian) کے جنوب میں واقع ضلع گیلان کی بستی نیف میں پیدا ہوئے اور آپ کا زمانہ حیات 470ھ / 1077ء

تا 561ہجری / 1168ء پر مشتمل ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں یہ زمانہ کئی اعتبارات سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اسلام جب عرب کی سرزمین سے باہر پھیلنا شروع ہوا تو تین چار سو برس تک مسلم فاتحین کے گھوڑے مسلسل دوڑتے ہی رہے اور دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ دنیا کی اکثر قومیں فتوحات کے اس لامتناہی سلسلے سے اس قدر مبہوت رہیں کہ ابتدائی شکستوں کے بعد کوئی بھی قوم دوبارہ اٹھنے کی جرأت نہ کر سکی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابتدائی فتوحات کے دور میں مفتوحہ علاقوں میں انتظامی اور تمدنی ڈھانچوں کو جوں کا توں رہنے دیا گیا۔ اخلاق کے اعلیٰ معیار پیش کرنے کی وجہ سے بھی مسلمان فاتح مفتوح قوموں کو گوارا معلوم ہوتے رہے۔ مگر پھر آہستہ آہستہ جب اسلامی فکر و فلسفہ کے مظاہر تہذیب و تمدن کے تمام گوشوں پر حاوی ہوتے چلے گئے اور مفتوحہ علاقوں کی اقوام اس نئے فکر کو قبول کرنے لگیں کیونکہ یہ صداقت اور پاکیزگی کی وہ آواز تھی جسے فطرت انسانی والہانہ انداز میں قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ دنیا میں عیسائیت کے پھیلائے ہوئے معروف نظریئے "انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہے" کے برعکس اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات کا بلند مقام بخشا۔ ہر انسان کو اپنے اعمال کی بنا پر بلند سے بلند مقام تک پہنچنے کا اہل قرار دیا۔ نسب اور نسل کی برتری کے نظریئے کو باطل ٹھہرایا۔ اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کا مثالی مظاہرہ ان کے دل موہ لینے کا باعث بنا۔ عباسی دور کی پانچ صدیوں میں علم و دانش کے ہر گوشے میں شاندار اضافے ہوئے اور سائنس کی دنیا میں حضرت غوث الاعظم سے ایک صدی پہلے کے دور میں ہی المتنبی (۹۱۵-۹۶۵ء) المعری (۹۷۳-۱۰۵۷ء)، بدیع الزماں الہمدانی (۱۰۰۷ء) ابن حزم (۹۶۶-۱۰۶۴ء) عمر خیام (۱۰۴۰-۱۱۲۴ء) البیرونی (۹۷۳-۱۰۴۸ء) ابو اسحٰق ابراہیم ابن یحییٰ الزرقلی (۱۰۲۹-

۱۰۸۷ء) الزہراوی (۱۰۱۳ء) ابن زہر (۱۰۱۹-۱۰۴۸ء) بو علی سینا (۹۷۹-۱۰۳۷ء) امام غزالی (۱۰۵۸-۱۱۱۱) سید ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) (۱۰۰۹-۱۰۷۲ء) ایسے نادر روزگار انسان جلوہ افروز ہوئے جن کے کارنامے علم و دانش کے دربار میں ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔ ان بزرگوں نے اسلامی عقائد اور جدید فلسفہ و دانش میں ہم آہنگی کی نئی راہیں تلاش کیں۔

غالباً بالآخر علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کی ہر شاخ میں مسلمانوں کی برتری نے بازنطینہ، روم، فرانس اور یورپ کے دیگر عیسائی حکمرانوں میں سخت مایوسی پیدا کر دی۔ انہیں میدان جنگ میں شکست ہو ہی چکی تھی اب علم اور تہذیب کے میدان میں بھی انہیں اپنی شکست و ریخت مکمل ہوتی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ گیارہویں صدی کے نصف آخر میں یورپ کے ان عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف بے سروپا پروپیگنڈہ کی زبردست مہم شروع کر دی اور مذہبی بنیادوں پر عیسائی اقوام کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا اور بالآخر عیسائیوں کی طرف سے ۱۰۹۶ء میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ صلیبی جنگوں کے تذکرے کی یہاں گنجائش نہیں۔ بس سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس دور میں صلیبی جنگوں کے پس منظر میں پیغمبر اسلام ﷺ اور اسلامی معتقدات کے خلاف عیسائیوں نے نہایت منظم طریقے سے جھوٹے پراپیگنڈے کی مہم چلائی۔ غلط اور من گھڑت باتیں اسلام کے ساتھ منسوب کرتے رہے۔ گویا علم و حکمت کے میدان میں مسلمانوں کو شکست دینے کی یہ ایک بھرپور سازش تھی۔ چنانچہ یہی وہ دور ہے جس میں امام غزالی جیسے فیلسوف نے رومیوں، یونانیوں اور عیسائیوں کی اس فکری یلغار کو پوری جرأت مندی سے پسپا کر دیا اور اہل اسلام کے ذہنوں کو غیر اسلامی فکر سے متاثر ہونے سے محفوظ کر لیا۔

اسی دور میں ہمیں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کام کرتے نظر آتے ہیں۔ جناب شیخ جیلانی اسلامی عقائد کو لوگوں کے ذہن میں راسخ کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ اگرچہ آپ کے بعض خطبات میں اس طرح کا انداز کہیں کہیں نظر آجاتا ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ مخالفوں کو متوجہ کررہے ہیں۔

"اے اسرائیلی بزرگ ٹھہر جاؤ، ذرا اس محمدی کی باتیں بھی سن لو۔"

لیکن زیادہ تر آپ کی مساعی عامۃ الناس کو اسلامی معتقدات پر مستحکم کرنے کے لئے وقف رہیں۔ توحید، اسلام کی صداقت و حقانیت، تصوف و روحانیت، اتباع سنت اور اتباع صحابہ، تقویٰ اور تزکیہ ایسے موضوعات پر آپ کے وعظ ہوئے۔ آپ کا انداز دلنشیں ہوتا اور قلب و وجدان پر اثر انداز ہوتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ معتقدات کی درستگی کے ساتھ اخلاق کی پاکیزگی اور بلند نگاہی کے اوصاف پیدا کرنے بھی آپ کو مطلوب تھے۔ آپ کے مواعظ حسنہ اور ملفوظات کے مجموعہ سے چند اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں کیونکہ جو مضمون اللہ کے اس برگزیدہ بندے کی زبان سے نکلا ہوا ہے اس کے ساتھ باطنی اثر انگیزی کی ایک طاقت موجود ہے جو پڑھنے والوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی اور ان موتیوں کی چمک سے دل کا نور بڑھتا ہے اور ضرور بڑھتا ہے۔

اللہ کے ہو جاؤ

"لوگو! اللہ کے ہو جاؤ جیسے نیک بندے اس کے ہو گئے تھے۔ وہ تمہارا ہو جائے گا، جیسے ان کا ہو گیا تھا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہارا ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو۔ اس کے لئے صبر کرو اور سارے معاملات میں راضی بہ رضا رہو۔ بزرگوں نے (دنیا کا لالچ ترک کر دیا تھا اور) جو کچھ لیا تھا تقویٰ و پرہیزگاری کے

ہاتھوں لیا۔ پھر انہوں نے آخرت طلب کی اور اس کی خاطر عمل کیے۔ اپنے نفس کا کہانہ مانا اور پروردگار کے حکم پر چلتے رہے۔ پہلے اپنی اصلاح کی پھر دوسروں کو نصیحت کی۔" (الفتح الربانی۔ پہلی مجلس)

دین کی بربادی کیونکر

"(لوگو!) تمہارا دین چار چیزوں کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ اول علم پر عمل نہ کرنا۔ دوم لاعلمی سے عمل کرنا۔ سوم جو بات معلوم نہیں اس کو سیکھنے سے گریز کرنا اور جاہل رہنا۔ چہارم دوسروں کو علم حاصل کرنے سے روکنا۔"

آداب مجلس وذکر

"لوگو! جب تم ذکر کی مجلس میں آتے ہو تو تفریح کے لئے آتے ہو، علاج کے لئے نہیں آتے۔ واعظ کے وعظ پر اعتراض کرتے ہو اور اس کی لغزشوں اور غلطیوں کو یاد رکھ کر مذاق کرتے ہو۔ ہنستے اور تفریح کرتے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے سروں کی بازی لگاتے ہو۔ ان باتوں پر اللہ سے توبہ کرو۔ اللہ کے دشمنوں کی صورت نہ بناؤ۔ جو کچھ سنو، اس سے فائدہ اٹھاؤ۔" (الفتح الربانی۔ پانچویں مجلس)

نفس کی زنجیر

"افسوس تیرا نفس مخلوق کی امید و بیم میں گرفتار ہے۔ اس کے پاؤں سے ان بیڑیوں کو نکال دے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی اطاعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کے سامنے مطمئن رہے۔

دنیا، اس کی خواہشوں، عورتوں اور دنیا کی ہر چیز سے نفس کو دور رکھ۔ اگر ان میں سے کوئی چیز تیری قسمت میں ہے تو بے ارادہ اور بے طلب تیرے پاس خود بخود آجائے گی اور تیرا نام خدا کے یہاں زاہد ہوگا۔ وہ تجھے عزت کی نظر سے دیکھے گا اور مقسوم بھی ہاتھ سے نہ جائے گا۔ تو جب تک اپنی طاقت اور اپنی چیزوں پر بھروسہ رکھے گا، خزانہ غیب سے کچھ نہ ملے گا۔ اے اللہ ہم اپنی چیزوں پر بھروسہ رکھنے، ہوس، خواہشوں اور عادتوں میں پڑے رہنے سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ ہم تمام حالتوں میں برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو دوزخ سے بچا۔" (بتیسویں مجلس)

تکبر نہ کرو

"اللہ تعالیٰ اور خلق سے تکبر کرنا چھوڑ دے۔ یہ ان متکبروں کی عادت ہے جن کو اللہ تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ تیرا خدا سے ناراض ہونا تکبر ہی تو ہے۔ جب موذن اذان دے اور تو نماز کے لئے نہ اٹھے تو یہ بھی خدا سے تکبر ہے۔ جب تو نے مخلوق خدا میں سے کسی پر ظلم کیا تو یہ بھی تکبر کیا۔ خدا سے توبہ کر اور خلوص سے کر۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی سب سے کمزور مخلوق کے ذریعے تجھے ہلاک کردے۔ جیسے نمرود وغیرہ بادشاہوں کو غرور کی وجہ سے ہلاک کردیا۔ عزت کے بعد ان کو ذلت دی اور دولت کے بعد مفلسی۔ عیش و عشرت کے بعد سزا

دی اور زندگی بخشنے کے بعد مردہ بنادیا۔" (چونتیسویں مجلس)

ظلم تاریکی ہے

"اپنے اوپر ظلم کر، نہ دوسرے پر! کیونکہ ظلم دنیا و آخرت کی تاریکی ہے۔ ظلم دلوں کو تاریک، چہرے اور نامہ اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے۔ نہ تو ظلم کی مدد کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "قیامت کے دن آواز دینے والا آواز دے گا: ظلم کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ کہاں ہے جس نے ظالموں کا قلم بنایا؟ وہ کہاں ہے جس نے ان کے لئے سیاہی بنائی؟ ان سب کو جمع کر کے آگ کے تابوت میں رکھ دو۔" (چھتیسویں مجلس)

نفس کے ارادے

"نفس کے ارادے دو قسم کے ہوتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک ارادہ ماسوا اللہ کے لئے اور دوسرا ارادہ حق تعالیٰ کے لئے۔ یہ دونوں آپس میں صلح اور جنگ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ (عمر کے) چالیس برس پورے ہو جاتے ہیں (اور دونوں میں سے کسی ایک کی فتح ہو کر جنگ ختم ہو جاتی ہے)۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ "جس کی عمر چالیس سال ہو گئی اور اس کی بھلائی اس کی برائی پر غالب نہ آسکی پس وہ جہنم کی تیاری کرلے۔" (یعنی خیر و شر کی اس جنگ میں شر خیر پر غالب آیا اب اصلاح ممکن نہیں)، (یہ اسی اصل کی طرف اشارہ ہے کہ اصلاح کا زمانہ چالیس سال تک ہے)۔ (الفتح الربانی۔ حصہ ملفوظات)

جناب غوث الاعظم کے فرمودات میں ایک اور بات جو بطور خاص نظر آتی ہے اس کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ، دنیا کے مقابلے میں آخرت کی فکر کرنا، لذتوں کو ترک کرنا، مقام فنائیت، تکبر سے بچنے کی تلقین، نفس کے ارادوں سے آگاہی (خیر و شر کی جنگ) ایسے موضوعات آپ کی تقریباً ہر مجلسِ وعظ میں اور اکثر ملفوظات میں زیر بحث آئے ہیں اور انہی موضوعات پر مختلف عنوانات کے تحت تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تمدنی اعتبار سے مسلمان بہت ترقی کر چکے تھے۔ دینوی علوم کی معراج تک پہنچ گئے تھے اور معاشرے میں محض دینوی ترقی ہی کو مقصود بنانے کا رجحان فروغ پر تھا۔ اس لئے اس معاشرے میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے عوام و خواص کو روحانیت کی طرف متوجہ کرنے کی اشد ضرورت تھی کیونکہ صرف اسی صورت میں اسلام کی روح زندہ رہ سکتی تھی اور آج ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ فریضہ نہ صرف آپ نے اپنے دور میں کس حسن و خوبی سے انجام دیا بلکہ اپنے پیچھے قادری بزرگوں کا ایک ایسا سلسلہ چھوڑا جو آج تک انہی خدمات کو انجام دیتا چلا آرہا ہے۔

افسوس اس بات پر ہے کہ ہمارے اندر ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو ایک مدت سے اصلاح کے نام پر اسلام کے عظیم اکابر ہی کے خلاف مہم آزما ہے اور یوں نادانستہ (یا دانستہ) طور پر قوم کا ماضی سے رشتہ منقطع کرنے کے درپے ہے اور بزرگوں کے ساتھ جذباتی وابستگی کی وجہ سے عامۃ الناس کے اسلام سے قریب آنے کے اس راستے کو یہ گروہ بند کرنے کا مرتکب ہو رہا ہے۔ بہر حال ہمیں مناظراتی اور اختلافی بحثوں سے گریز کرتے ہوئے اپنے اسلاف کی زندگیوں کو قریب سے دیکھنا چاہئے۔ ان کی زندگی کے آغاز، ان کے شب و روز کے مشاغل، حصول علم کی لگن، اسلام سے والہانہ لگاؤ،

ان کے تبلیغ کے انداز، ان کی روحانی زندگی، ان کے ہاں خدمت خلق کا جذبہ اور ان کے افکار و خیالات سے آگاہی حاصل کرنی چاہئے اور ان کی کامیاب زندگیوں کے نقش پا کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا چاہئے۔ حضرت غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کے ان تمام پہلوؤں پر ضروری معلومات اس مختصر کتاب میں نہایت مہارت کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں اور حضرت شیخ جیلانی کی زندگی پر اردو زبان میں اس قدر جامع (مگر مختصر) کوئی دوسری کتاب موجود نہیں اور جیسا کہ قبلہ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی نے اس کتاب پر اپنی تقریظ میں فرمایا تھا "انشاء اللہ عشاقِ جناب غوث اس میں وہ چیزیں پائیں گے جن سے بعض بڑی کتابیں بھی خالی ہیں۔" یہ حقیقت آج تیرہ برس بعد نئے ایڈیشن کی اشاعت کے موقعہ پر بھی بدستور قائم ہے بلکہ نئے اضافات نے کتاب کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔

جن احباب کے ہاتھوں تک یہ کتاب پہنچے ان کو چاہئے کہ وہ اسے اپنے دوسرے دوستوں اور عزیزوں خصوصاً نوجوانوں تک ضرور پہنچائیں۔

عبدالمصطفیٰ کامل لاہور

۳۰ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

۲۶ مئی ۱۹۷۱ء

3

شاہ جیلان

ولادت، مولد، خاندان، شیر خوارگی

شمالی فارس میں بحیرہ خزر (کسپین) کے جنوبی ساحل پر گیلان (۱) نام کا ایک زرخیز صوبہ واقع ہے۔ اس صوبے کی ایک بستی کو 470 ہجری میں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مولد بننے کا شرف حاصل ہوا۔

والدین

آپ کے والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست حسنی سادات سے (۲) تھے۔

۱۔ گیلان کو عربی میں جیلان بولا جاتا ہے۔ گیلان اور دیلم کے علاقے یکجا ہیں ان کے مغرب میں آذر بائیجان اور رَی، جنوب میں قزوین، مشرق میں طبرستان اور شمال میں بحیرۂ خزر واقع ہے۔ گیلان چھوٹی چھوٹی متفرق بستیوں پر مشتمل ہے۔ انہی میں ایک بستی سرکار غوثیت ماب کی جائے پیدائش ہے۔ شیخ قطنوفی (متوفی ۷۱۳ھ) نے اپنی تالیف "بہجۃ الاسرار" میں اس بستی کا نام "نیف" بتایا ہے، جبکہ یاقوت حموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے خیال ظاہر کیا ہے کہ جیلان کی "بشتیر" نامی بستی آپ کا مولد ہے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں "بشتیر" کے ماتحت لکھا ہے۔

"بشتیر" بالضم والتاء المثناۃ المکسورۃ ویاء ساکنۃ موضع فی بلاد جیلان ینسب الیہ الشیخ الزاہد الصالح عبدالقادر بن ابی صالح الحنبلی الجیتری"۔ بستانی نے اپنے دائرۃ المعارف میں تطبیق پیش کرتے ہوئے کہا ہے ممکن ہے ایک بستی میں ولادت اور دوسری میں پرورش ہو۔ دیکھئے معجم البلدان (مطبوعہ بیروت ۱۹۵۵ء) جلد ۱، صفحہ ۴۲۶، تقویم البلدان، ابو الفداء صفحہ ۴۲۶، بہجۃ الاسرار صفحہ ۸۸، دائرۃ المعارف للبستانی جلد ۱۱، صفحہ ۷۹ (کوکب)

۲۔ والد ماجد کی طرف سے آپ کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے: سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن سید موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ بن سید یحییٰ بن سید داؤد بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ جون بن سید عبداللہ محض بن امام حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہم۔ دیکھئے نزہۃ الخاطر الفاتر ملا علی قاری (آسی)

والدہ نہایت متقیہ اور طاہرہ خاتون تھیں۔ان کا تعلق حسینی خاندان سے تھا۔(۱)

خاندان

یہ خاندان پارسائی اور ہدایت کی رو سے معروف چلا آتا تھا۔ شیخ کے نانا عبداللہ صومعی مشہور ولی تھے(۲)۔ سمرقند کے جنگلوں میں ایک قافلے نے آپ کی برکات سے قزاقوں سے نجات پائی(۳)۔ سیدہ عائشہ جیلان کی بڑی پارسا خاتون تھیں وہ حضرت شیخ کی پھوپھی تھیں۔ان کی خدمت میں لوگ بارش کی دعا کیلئے حاضر ہوئے۔ سیدہ عائشہ نے اپنے صحن میں جھاڑو دے کر آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کی:۔

یَارَبِّ اَنَا کَنَسْتُ فَرَشُّ اَنْتَ پروردگار جھاڑو میں نے دے دیا، بارش تو برسادے۔

چنانچہ جب لوگ گھروں کو لوٹے تو ان کے کپڑے بھیگ چکے تھے۔

۱۔والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور کا شجرہ نسب یوں ہے: سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال الدین محمد بن سید محمود بن سید ابوالعطا بن سید کمال الدین عیسٰی بن سید ابو علاؤالدین محمد جواد بن امام سید علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن امام سید الشہداء ابو عبداللہ حسین بن امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی المولی عنہم

۲۔حضرت ملا جامی علیہ الرحمتہ "نفحات الانس" میں ان کے متعلق فرماتے ہیں: "مستجاب الدعوۃ بود۔ وقتیکہ در غضب شدی حق سبحانہ و تعالیٰ برائے اوزود انتقام کشیدے و ہرچہ خواستے خدائے تعالیٰ چنانچہ کردی و ہر چری کہ پیش از وقوع آں خبر کردی (ترجمہ) آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں جس پر ناراض ہوتے خدا اسے جلد سزا دیتا، جو کچھ مانگتے خدا تعالیٰ فرماتا اور آئندہ کی خبریں دیتے۔

۳۔قافلہ والوں نے آپ کو پکارا تو آپ فوراً وہاں پہنچ گئے (تاجران ابو عبداللہ را آواز دادند دیدند کہ درمیان ایشاں ایستادہ است) اور فرمانے لگے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا اللّٰہُ دور شوید اے سواراں از میان ما۔ نتیجتاً سب قزاق ہیبت کے مارے بھاگ گئے۔ پھر تلاش کیا تو شیخ نظر نہ آئے۔ گیلان میں آکر دریافت کیا تو حضرت کے مصاحبین نے بتایا کہ آپ ہرگز یہاں سے غائب نہیں ہوئے (دیکھئے نفحات الانس و سفینۃ الاولیاء (آسی)

شیر خوارگی

ان پاک صلبوں اور پاک شکموں کے اثرات خیر کا کرشمہ تھا کہ شیر خوارگی میں ہی آپ کو غیر معمولی شعور (۱) حاصل تھا۔ رمضان میں دودھ نہ پینے کی روایت اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے (۲)۔

بچپن

فطرتاً آپ کو کھیل کود سے لگاؤ نہ تھا (۳)۔ نہایت چھوٹی عمر میں علم کی طرف راغب ہو چکے تھے۔ ایک مرتبہ گلی میں لڑکوں نے روک لیا کہ "آؤ ہمارے ساتھ مل کر کھیلو۔" آپ نے فرمایا بہت اچھا! میں کہتا ہوں "لا الہ" تم کہنا "الا اللہ" چنانچہ گلی میں کلمے کا ذکر بلند ہوا اور بستی والے معصوم بچوں کے اس نرالے کھیل پر حیران رہ گئے (۴)۔

ابتدائی تعلیم

جناب شیخ کے بچپن اور ابتدائی طالب علمی کے حالات بالتفصیل نہیں ملتے۔ ایک

1۔ بعض بچوں کا ابتدائے پیدائش ہی سے غیر معمولی قویٰ کا حامل ہونا علمائے طبیعات کے نزدیک بھی مسلّم ہے اور قرآن نے حضرت عیسیٰ کو اسی کیفیت میں پیش کیا ہے۔ (کوکب)

۲۔ رمضان میں دودھ نہ پینے کے اس واقعے کو ہندوستان کے فاضل محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔۔ "چوں وے متولد شد، در نہار رمضان از پستان مادر شیر نمی خورد، در مردم شہرت گردید کہ در خانہ بعضے از اشراف پسرے متولد شدہ است کہ در روز رمضان شیر نمی خورد" ترجمہ:۔ جب آپ پیدا ہوئے تو رمضان میں دن کے وقت والدہ کا دودھ نہ پیتے۔ چنانچہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے ایک گھرانے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان کے دنوں میں دودھ نہیں پیتا۔" (آسی)

۳۔ فرماتے ہیں:۔ "جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا قصد کرتا تو ایک قائل کو یہ کہتے سنتا۔ "اے مبارک کہاں جاتے ہو۔" "میں ڈر کر بھاگتا اور اپنی ماں کی گود میں آ جاتا" دیکھئے سیرت غوث اعظم از علامہ توکلی صفحہ ۲۵۔ (آسی)

۴۔ یہ روایت کتب تذکرہ میں میری نظر سے نہیں گزری۔ البتہ اسے میں نے مولانا غلام محمد ترنم رحمتہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ، ۲۴ جولائی ۱۹۵۹ء) کی زبان مبارک سے دوران وعظ سنا (کوکب)

سیرت نگار لکھتا ہے۔ ”معلوم ہوتا ہے کہ والد آپ کی ابتدائے عمر میں ہی فوت ہو چکے تھے اس لئے کہ تربیت کے سلسلے میں ان کا ذکر نہیں آتا۔“ تاہم دس سال کی عمر تک گھر کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر بستی کے مکتب میں داخل ہو چکے تھے۔ اٹھارہ برس کے ہوئے تو دل میں علوم عالیہ کے لئے ولولے اٹھنے لگے جن کے بعد بغداد جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ والدہ سے اجازت طلب کی۔ وہ بڑی فاضلہ اور صاحب بصیرت خاتون تھیں۔ ابتدائی تعلیم ان ہی کی کوشش اور نگرانی میں مکمل ہوئی تھی۔ دل میں بچے کے اس دینی شوق پر بہت مسرور ہوئیں مگر شفقت مادری سے آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ فرمایا

> ”بیٹا! شوق سے جاؤ، یہ دینار تمہارے والد نے تمہارے لئے چھوڑے ہیں، یہ زاد راہ کے لئے لے لو، علم میں ہمہ تن مشغول ہو جانا اور مجھے یاد کرنا کیونکہ اس دنیا میں اب ہماری ملاقات نہیں ہو سکے گی۔“

یہ الفاظ سن کر سعید و نجیب بیٹا، باچشم نم، سفر کی تیاری کے لئے اٹھا۔ آخر میں اس پاک ماں نے وصیت کی کہ ”ہر معاملہ کی بناء راستی (سچائی) پر رکھنا۔“ حضرت اس آخری فقرے کو عمر کی کسی منزل میں نہ بھولے اور اس وقت بھی نہ بھولے جب وادیٔ ہمدان میں ڈاکوں نے آپ کو نرغے میں لے رکھا تھا۔ (۱)

۱۔ اس واقعہ مشہورہ کی طرف اشارہ ہے جو اسی سفر میں ہمدان سے ذرا آگے نکل کر ترتنک کے پاس پیش آیا کہ جنگل سے نکل کر ساٹھ رہزنوں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ اس موقعہ پر ڈاکوؤں نے آپ سے پوچھا۔ ”تیرے پاس کیا ہے؟“ تو آپ نے صاف صاف بتایا۔ ”میرے پیراہن کی بغل میں چالیس دینار سلے ہوئے ہیں۔“ تفصیل کے لئے دیکھئے بہجۃ الاسرار ص ۸۷ (کوکب) اور یہ اسی راستی کی برکت تھی کہ ان ساٹھ قزاقوں نے حضرت کے دست حق پرست پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لوٹ مار سے توبہ کر لی اور وہ سچے مسلمان بن گئے۔ (آسی)

سرکار غوثیت مآب ان ساٹھ رہزنوں کی توبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والے اشخاص کی یہ پہلی قسط تھی۔“ دیکھئے بہجۃ الاسرار (کوکب)

ورودِ بغداد، ۴۸۸ھ

جناب شیخ ۴۸۸ھ کے صفر میں بغداد (۱) وارد ہوئے۔ یہ شہر عباسیوں کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے علوم و فنون کا بہت بڑا مرکز تھا۔

نظامیہ

یہاں کی شہرۂ آفاق اسلامی درسگاہ نظامیہ (۲) دنیا بھر کے طلباء کا مرجع تھی۔ شیخ بھی اسی دارالعلوم میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ کی طالب علمی کا زمانہ مشکلات و موانع سے بھرپور نظر آتا ہے۔ انہی ایام میں بغداد شہر میں ایک بڑا خوفناک قحط پھیل گیا۔

قحط

غالباً سعدی رحمتہ اللہ علیہ بھی اس کا ذکر کرتے ہیں اور خود جناب شیخ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے طلباء اور فقراء کو ان ایام میں سخت دِقّت درپیش تھی۔

زمانہ قحط کے حالات

حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ "ایک دن مسلسل بھوک سے تنگ آکر ایوان کسریٰ (۳) کی

۱۔ بغداد عجیب و غریب تاریخی بستی ہے اس نے نوشیرواں کے عدل کی بہاریں بھی دیکھیں اور ہلاکو کے قتل عام کی قیامت بھی دیکھی یہاں تخت و تاج کی تقدیر بار ہا بدلتی رہی اور لاتعداد سیاسی و مذہبی انقلابات ابھرتے رہے مگر یہ شہر علم و حکمت کی خوشبو سے تقریباً مہکتا رہا۔ (کوکب)

۲۔ اس کی بنیاد ۴۵۹ھ میں نظام الملک طوسی نے رکھی۔ اپنے اس دور میں یہ ساری دنیا کا واحد علمی مرکز تھا کیونکہ یورپ ابھی تک علم سے کورا تھا۔ صرف اندلس میں مسلم یونیورسٹیاں قائم ہو رہی تھیں مگر ان کیلئے ترقی کا معیار نظامیہ بغداد کے نقش قدم پر چلنا تھا۔ البتہ نیشاپور کی درسگاہیں قابل قدر علمی خدمات انجام دے رہی تھیں۔ (کوکب)

۳۔ "اس وقت یہ ویرانہ تھا۔ ولادت نبوی ﷺ پر اسی محل کے کنگرے گر گئے تھے۔"

طرف نکل گیا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز میسر آئے مگر وہاں پہلے سے ستر (۷۰) درویشوں کی ایک جماعت اسی حالت فاقہ میں موجود پائی تو چپ چاپ واپس چلا آیا۔"

ایک دفعہ بھوک سے بے تاب ہو کر ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک شخص روٹی سالن لئے بیٹھا تھا۔ اس نے شیخ کی حالت محسوس کر لی اور کھانے کے لئے بلایا۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ شخص بھی جیلانی تھا۔ شیخ کی والدہ نے شیخ کے لئے ایک رقم اس کے ہاتھ بھیجی تھی مگر یہاں آکر وہ ان ہی پیسوں کو خرچ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا اور یہ کہ کھانا بھی اسی میں سے تھا۔

اسی طرح (۱) ایک مرتبہ فرطِ جوع سے دریا کے کنارے پر گئے تاکہ درختوں کے پتے کھا کر پیٹ بھریں مگر وہاں ہر جگہ ہر درخت کے گرد درویشوں اور طالب علموں کے ہجوم تھے چنانچہ واپس مسجد میں آکر لیٹ رہے۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس خوفناک قحط کے یہ ایام کس قدر حوصلہ شکن تھے مگر شیخ کے علمی اشتیاقات میں کوئی فرق نہ پڑا بلکہ مادی عوارض روحانی اشواق کے لئے مہمیز ثابت ہوئے۔

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں   جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار دیکھ کر

طالب علمی کے دیگر حالات

یوں معلوم ہوتا ہے (۲) کہ نظامیہ کے علاوہ کسی دیگر پرائیویٹ درسگاہ میں بھی جاتے تھے "قلائد الجواہر" کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ طلباء فقہ کے اصرار پر ان کے ساتھ چندہ لانے والے گروہ میں شامل ہو کر یعقوبا گاؤں کی طرف گئے۔ یہاں شریف

۱۔ یہ واقعات شیخ محمد بن یحییٰ حنبلی (متوفی ۹۶۳ء) نے "قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" میں صفحہ نمبر ۹ پر درج کئے ہیں۔ (کوکب)

۲۔ اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ نظامیہ کا انتظام تو غالباً خلافت کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ سو وہاں کے طلباء کو چندہ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس لئے اغلب یہی ہے کہ اس واقعہ کا تعلق کسی دوسری نجی درسگاہ سے ہو۔

یعقوبی ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ شیخ ان کی ملاقات کو گئے۔ انہوں نے کہا۔ "بیٹا مریدانِ حق مانگا نہیں کرتے۔" چنانچہ آپ فوراً واپس چلے آئے اور دوبارہ پھر کبھی چندے کے لئے نہ گئے۔

سبق یاد کرنا

مدرسہ کے اوقات کے علاوہ اسباق یاد کرنے کے لئے آپ کی دو نشست گاہوں کا ذکر ملتا ہے یعنی کبھی تو آپ شہر سے باہر ایک جنگل میں چلے جاتے اور بعض اوقات بغداد کے ایک بیرونی محلّہ قطعہ شرقیہ (۱) میں تشریف لے جاتے جہاں ایک مسجد میں بیٹھ کر کام میں مصروف رہتے۔

مدّتِ تحصیل

خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے بیان کے مطابق جناب شیخ کا زمانہ تحصیل سات برس ہے۔ مگر یہ صرف نظامیہ بغداد میں تعلیم پانے کا زمانہ ہے۔ اس سے پیشتر جیلان میں اگر تعلیم کی ابتداء کم سے کم دس برس کی عمر سے مان لی جائے تو بھی کل زمانہ تعلیم ۱۵سال بنتا ہے۔

بغداد کی تعلیم

سیوطی رحمتہ اللہ علیہ "بغیۃ الوعاۃ" میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں شیخ نے "دینیات" کے علوم عالیہ حاصل کئے۔ سب سے پہلے قرآن کی طرف متوجہ ہوئے، تجوید و قرأت کے علوم کی تکمیل کی، پھر تفسیر پڑھی۔ علی ہذا القیاس فقہ واصول فقہ، حدیث و

1۔ یہ محلّہ بغداد سے مدینہ منورہ کے رخ پر واقع ہے۔ شیخ نے اس محلے کو اپنی نشست کیلئے یقیناً اس لئے اختیار کیا ہوگا کہ دیار حبیب ﷺ کی طرف منہ رہے اور تصور پختہ ہوتا رہے۔ ع

تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

(کوکب)

اصول حدیث، نیز ادبیات عربیہ کے علوم کی تمام شاخوں میں عبور حاصل کیا اور اپنے اقران سے بہت فائق ہو گئے۔(۱)

تکمیل علوم

اس طرح ۴۹۵ھ میں پچیس برس کی عمر میں آپ علوم ظاہر کی تکمیل سے فارغ ہو گئے۔

باطن کی طرف رجوع

علم کے بعد تزکیہ نفس کی از حد ضرورت ہوتی ہے، ورنہ علمی کمالات راہ حق کے حجابات بھی بن جایا کرتے ہیں۔ شیخ نے اس سلسلے میں شروع سے ہی طبعی اور فطری مناسبت پائی تھی، تاہم بغداد کی زندگی نے اس ذوق کو مزید ابھارا اور بالآخر منزل سے ہمکنار کیا۔

خلوت اور مشائخ کی صحبت

"قلائد الجواہر" کا بیان ہے کہ علوم ظاہر کی تکمیل کے بعد شیخ نے خلوت گزینی کا ارادہ کر لیا۔ اس عہد کا بغداد ایک بین الاقوامی شہر تھا جہاں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ خلافت کے سیاسی اضمحلال کے باعث دیگر مذاہب، اسلام کے خلاف فتنہ آرائیوں میں سرگرم رہتے۔ دوسری طرف عوام پر دنیادارانہ زندگی کا رجحان زیادہ غالب تھا۔ ظاہر ہے کہ اس ماحول میں ایک ایسے نیک دل جوان کا جی نہیں لگ سکتا تھا، جس کی تربیت خدا والوں کی آغوش میں ہوئی تھی اور اب وہ اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک دن قرآن حکیم شانے سے باندھ کر بغداد سے باہر ویرانوں

1۔ حضرت کے مرتبہ علمی کی مزید تفصیل کے لئے کتاب کے حصہ دوم میں "علمی زندگی" کے زیر عنوان مضمون ملاحظہ فرمالیا جائے۔(کوکب)

کارخ کرلیا۔ مگر راستے میں اچانک ایک دھکا سا لگا۔ ساتھ ہی آواز آئی۔ "واپس لوٹ جاؤ تم سے مخلوق کو فائدہ ہوگا۔" یہ غیبی ندا سن کر شیخ واپس تو آ گئے مگر دل میں اضطراب کا ہجوم تھا۔ دعا کی "اے کاش کسی مرد خدا سے ملاقات ہو جائے۔"

شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ

دوسرے دن حماد رحمتہ اللہ علیہ (۱) سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے از خود بتایا کہ تم نے کل خدا سے ایک دعا مانگی تھی گویا اشارہ تھا کہ دعا قبول ہو گئی۔ اس دن سے آپ نے شیخ حماد کی صحبت اختیار کی۔ شیخ موصوف بعض اوقات بے اعتنائی ظاہر کرتے۔ مگر یہ مرید کے اشتیاقات کی آزمائش ہوتی تھی۔ شیخ حماد کی صحبت میں آپ نے ایک طویل عرصہ تک اکتساب فیض کیا۔

قاضی ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ

قاضی ابو سعید مخرمی رحمتہ اللہ علیہ (2) بغداد کے جید عالم اور معروف ولی اللہ تھے۔ شیخ نے ان سے ظاہر و باطن ہر دو طریق میں استفادہ کیا اور خرقہ طریقت بھی ان کے دست مبارک سے پہنا۔

مجاہدات کا دور

پچیس برس کی عمر سے خلوت اور ریاضت کا دور شروع ہوا، جو پچاس برس کی عمر

۱۔ شیخ حماد بن مسلم مشائخ بغداد کا مرجع تھے۔ بہت بڑے صاحب فیض بزرگ تھے سکونت محلہ مظفریہ (بغداد) میں تھی۔ ۵۲۵ میں وصال ہوا۔

۲۔ عبدالماجد دریا آبادی نے تصوف اسلام میں مخزومی لکھا ہے مگر یہ سہو ہے دراصل "مخرم" بغداد کے ایک محلہ کا نام تھا۔ یاقوت نے اس لفظ کا ضبط یوں بیان کیا ہے ضم میم، فتح خا، کسر راء مع تشدید یعنی مُخَرِّم اور بتایا ہے کہ یہ محلہ مخرم بن یزید بن شریح کے نام پر موسوم تھا۔ قاضی ابو سعید اس محلے میں رہائش کے باعث "مُخَرِّمی" کہلائے۔ (کوکب)

یعنی پورے پچیس سال تک جاری رہا۔ مشائخ وعارفین سے تعلقات اور ان سے حصول فیض کا زمانہ بھی اسی میں شامل ہے (1)۔ خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے مشہور قصیدے میں ریاضات کا زمانہ پچیس سال ہی بتلایا ہے اور "بہجۃ الاسرار" صفحہ ۸۵ پر خود آپ کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ میں پچیس سال عراق کے صحراؤں میں رہا۔ اس کیفیت سے کہ نہ میں کسی کو جانتا تھا اور نہ مجھے کوئی جانتا تھا

خوش زمزمہ گوشہ تنہائی خویشم
از جوش و خروشِ گل و بلبل خبرم نیست

اسرار و عجائب

اس زمانے میں وہ ایام بھی شامل ہیں جو برج عجمی اور محلات کسریٰ کے کھنڈروں میں گزرے۔ خلوت کے ان دنوں میں لاتعداد اسرار و عجائب آپ کے مشاہدے میں آتے رہے۔ جناب خضر سے ملاقات ہوتی۔ جنات متشکل ہو کر سامنے آتے۔ ابلیس کا واقعہ مشہورہ (۲) بھی غالباً اسی دور سے متعلق ہے۔ ان واقعات کی تفصیل مطولات میں موجود ہے۔

حضرت شیخ جیلانی کا ایک خاصہ ہر دور میں رہا ہے کہ جس شعبے سے انہوں نے تعلق قائم کیا اسے تکمیل کے نقطہ آخر تک پہنچا کر چھوڑا و ذالك فضل الله يوتيه من يشآء چنانچہ ریاضات اور تجرد کے دور میں بھی شیخ ایسی ایسی دشوار گزار راہوں سے ہو

1۔ شیخ خرقہ قاضی ابو سعید سے رابطہ زمانہ طالب علمی ہی میں قائم ہو گیا تھا۔ کیونکہ بقول سیوطی شیخ نے ان سے فقہ واصول فقہ کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ البتہ شیخ حماد کی صحبت تحصیل سے فارغ ہو جانے کے بعد حاصل ہوئی۔ قاضی مخرمی کا سن وفات ۵۲۱ھ ہے اور شیخ ۵۲۵ھ میں فوت ہوئے۔ (کوکب)

2۔ یعنی ابلیس ایک تخت پر متشکل ہو کر سامنے آیا اور کہا "عبدالقادر تم سے عبادات رفع کی جاتی ہیں" آپ نے لاحول ولا قوۃ پڑھا اور وہ منظر سے غائب ہو گیا۔ (کوکب)

گزرے کہ جن کا بیان تک مشکل ہے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے۔

"ریاضات، مجاہدات اور نفس کشی کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جسے میں نے باقی چھوڑ دیا ہو۔ میں گونگا اور مجنون مشہور ہونے لگا تھا۔"

مری دیوانگی عقل و خرد سے لاکھ اچھی ہے
کہ دنیا کی زباں مجھ کو ترا دیوانہ کہتی ہے

سال ہا سال تک راتیں جاگتے رہے اور ایک ایک نشست میں قرآن ختم کر دیتے۔ اس دور کے آخری ایام آپ نے برج عجمی میں گزارے اور بالآخر یہیں یہ کٹھن سفر انتہا پذیر ہوا۔

خرقہ پہنایا گیا

ابوالعباس احمد بغدادی لکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ بغیر آب و خور چالیس روز تک برج عجمی (بغداد سے باہر ہے) میں بیٹھے رہے حتی کہ نفس "الجوع الجوع" (بھوک بھوک) پکارنے لگا۔ اسی دوران میں قاضی ابوسعید تشریف لائے اور اپنے مکان پر آنے کا کہہ کر چلے گئے۔ جب شیخ ان کے مکان پر گئے تو قاضی صاحب موصوف نے پہلے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور اس کے بعد شیوخ طریقت کے معروف طریقے کے مطابق آپ کو خرقہ مبارکہ پہنا دیا۔(۱)

سلسلہ خرقہ طریقت

خرقہ طریقت کا سلسلہ مبارکہ حسب ذیل ہے۔ (۱) سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

ا۔ شیخ خرقہ بیشک حضرت قاضی ابوسعید ہی تھے آپ کی تربیت باطنی براہ راست مرکز کی طرف سے ہو رہی تھی یعنی خود سرور کائنات علیہ وافضل الصلوۃ واز کی التحیات کی بلاواسطہ توجہات شامل حال تھیں۔ خزینۃ الاصفیا صفحہ ۹۵ پر اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے۔ "تربیت آنحضرت بے واسطہ از روحانیت شاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ است و پیر خرقہ آنجناب شیخ ابوسعید مخزمی" (آسی)

(۲) قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخزمی (۳) شیخ ابوالحسن علی بن محمد قرشی (۴) شیخ ابو الفرج طرطوسی (۵) شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی (۶) شیخ ابو بکر شبلی (۷) شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی (۸) شیخ سری سقطی (۹) شیخ معروف کرخی (۱۰) شیخ داؤد طائی (۱۱) حضرت حبیب عجمی (۱۲) شیخ امام حسن بصری (۱۳) امیر المومنین امام الصالحین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم۔(2)

تبلیغ و تدریس

پہلا وعظ

خرقہ طریقت پہننے کی رسم مبارک سے فارغ ہو کر حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ العزیز نے تبلیغ کے مسند پر قدم رکھا اور شوال ۵۲۱ھ میں پہلا وعظ فرمانے کے لئے مشرقی بغداد کے محلہ حلیہ برانیہ میں ایک اجتماع کے سامنے کرسی پر بیٹھے وعظ سے پیشتر جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰت والتحیات اور شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ شیخ عرض گزار ہوئے۔ "حضور! بغداد میں عرب کے فصحا موجود ہیں وعظ کیسے کہوں گا؟" اس پر شہنشاہ اقلیم رسالت نے فرمایا "بیٹا منہ کھولو" اور سات بار لعاب دہن عطا فرمایا پھر شاہ حریم ولایت نے بھی چھ بار لعاب ڈالا۔(۱)

آبِ حیاتِ جاوداں کے ان مقدس سرچشموں سے فیضیاب ہو کر جب سرکارِ غوثیت مآب نے وعظ کا آغاز فرمایا تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بستی کے درودیوار تک ذکر و انابت کی کیفیتوں میں گم تھے۔ وعظ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ کثرتِ سامعین کے پیش نظر شہر سے باہر عیدگاہ میں اجتماعات منعقد ہونے لگے۔ حاضرین کی تعداد ساٹھ

ا۔ سات بار اس لئے نہیں کہ سرکار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب پیش نگاہ تھا۔(آتی)

ہزار تک ہو جاتی، عوام کے علاوہ عراق کے علماء و صوفیا تک شریک مجلس ہوتے۔(۱)

طریق وعظ

مجلس وعظ کے لئے ایک قاری کا تعین کر دیا گیا تھا، جن کا نام شریف ابوالفتح ہاشمی تھا۔ وعظ سے پہلے وہ قرآن حکیم کے اس مقام کی تلاوت کرتے جس پر آپ نے کچھ فرمانا ہوتا تھا۔ جب گفتگو شروع کر دیتے تو محفل پر پُر رعب سکوت طاری ہوتا۔ صدہا اہل علم اپنی کاپیوں پر جواہر پارے نوٹ کرتے جاتے اور لاتعداد عوام و خواص جذب و تاثیر سے بے خود ہو ہو جاتے۔

وعظ کی تاریخیں

ہفتے میں صرف تین دن وعظ کے لئے مقرر تھے۔ اتوار کی صبح کو خانقاہ میں وعظ فرماتے۔ پھر منگل کی شام اور جمعہ کی صبح کو مدرسہ میں اجتماع ہوتا تھا۔

مدت وعظ

آپ کی یہ تبلیغی خدمت ۵۲۱ھ سے شروع ہو کر ۵۶۱ھ یعنی پورے چالیس برس تک جاری رہی۔ اس عظیم القدر تبلیغی دور پر دوسرے حصے میں مفصل گفتگو کی جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

1۔ خزینۃ الاصفیا میں وعظ کے متعلق داراشکوہ کے الفاظ یہ ہیں۔ "در سال پانصد و بیست و یک ہجری بارشاد باطنی نبوی و مرتضوی بر منبر بر آمدہ بہدایت خلق مصروف شد و اکثر آنجناب در حالت وعظ فرمودے کہ اے اہل آسمان و زمین بیائید و سخنان مرا بشنوید کہ نائب و وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منم و در ہر مجلس وعظ آنجناب قریب ہفتاد ہزار کس حاضرین شدند و چہار صد نفر کلام حق الیتام آنحضرت رای نوشتند و از تاثیر کلام حقیقت نظام ایں قدر وجد و ذوق عائید حال سامعین می شد کہ اکثر از یشاں بحق واصل می شدند و جنازہ ہائے آں ہا برداشتہ می بردند و اکثر را آں قدر بیہوشی و بیخبری بوقوع آمدی کہ تا چند روز از خود بیخود و مدہوش بودندے و شیخ ابوسعید قیلوی می فرماید کہ در محفل خلد منزل حضرت غوث الاعظم بارہا ارواح حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والملک الاکبر و دیگر پیغمبراں علیہم السلام و خیل ملائکہ و جنیاں را مشاہدہ می کردم۔" (آتی)

تدریس

وعظ کے زمانے کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ کی تدریس کا دور بھی شامل ہے۔

قاضی ابو سعید مخرمی رحمتہ اللہ علیہ مدت سے ایک دینی دارالعلوم قائم کئے ہوئے تھے جو بغداد میں "باب الازج" کے پاس واقع تھا۔

دارالعلوم

قاضی صاحب موصوف شیخ کے استاد اور مرشد بھی تھے۔ اپنے اس فاضل تلمیذ کی علمی و روحانی صلاحیتیں دیکھ کر اپنا مدرسہ ان ہی کے سپرد کر دیا۔ جونہی مدرسہ شیخ کی طرف منسوب ہوا تو طلباء کے بے پناہ ہجوم سے آس پاس کے رستے بند ہونے لگے۔

محفل میں پیر مغاں نے جب رخسار سے گیسو سرکائے
پھر پروانے پہ پروانہ، کوئی یہاں گرا، کوئی وہاں گرا

توسیع عمارت

چنانچہ دارالعلوم کی توسیع کیلئے ایک عمارت کی بنیاد رکھی گئی جو ۵۲۸ھ میں مکمل

1۔ شیخ محمد یحییٰ حنبلی التادفی نے اپنی تالیف "قلائد الجواہر" کے ص ۱۳۴ پر سرکارِ غوثیت پناہ کی تاریخ وفات کے بارے میں دو روایات بیان کی ہیں۔ پہلی روایت میں تاریخ وفات ۸ ربیع الآخر ہفتہ کی رات قرار دی ہے "توفی رضی اللہ عنہ...... بغداد لیلة السبت ثامن شہر ربیع الآخر"۔ اور دوسری روایت جو اسی تذکرہ نگار نے حافظ محب الدین ابن النجار کے حوالے سے نقل کی ہے کی رو سے آپ کا وصال اس رات میں ہوا، جس کی صبح کو ہفتہ کا دن اور ربیع الآخر کی دس تاریخ تھی۔

"وقال ابن النجار انہ توفی لیلة صبیحتہا السبت عاشر ربیع الآخر سنة احد وستین وخمسائة"

تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ تجہیز و تکفین کے موقع پر بغداد کے کوچہ و بازار کثرت ہجوم سے اس قدر اٹے پڑے تھے کہ جنازہ باہر نکالنا اور دن کے وقت دفن کرنا ناممکن تھا۔ چنانچہ رات کے وقت جنازہ پڑھا گیا اور رات ہی کو مدرسہ کی عمارت میں دفن کر دیا گیا۔ جب خوب دن چڑھ گیا اور مدرسے کے دروازے کھولے گئے تو خلق خدا کا وہ سیل بے پناہ قبر مبارک کی طرف بڑھا کہ بغداد کی تاریخ میں یہ ایک مثالی منظر قرار پایا۔ دیکھئے "قلائد الجواہر"، صفحہ ۱۳۴۔ (کوکب)

ہوئی۔ اسی سال سے حضرت شیخ نے تعلیم و تدریس کا باضابطہ کام شروع کیا۔ آپ کے مدرسے میں تیرہ علوم کے اسباق ہوتے تھے۔ بغداد اور عراق کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک کے طلباء بھی آپ کے دارالعلوم میں داخل تھے۔

مدت تدریس

گو آپ نے تعلیم کے کام کا آغاز ۵۲۸ھ سے پہلے ہی کر دیا تھا۔ تاہم اس دور کی ابتداء اسی سال سے مان لی جائے تو بھی ۵۶۱ھ تک ۳۲، ۳۳ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ اس طویل دور کی عدیم المثال خدمات کی داستان کتاب کے دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

وفات

شیخ ابوالقاسم احمدی بغدادی کا بیان ہے کہ ۵۶۰ھ کے رمضان میں حضرت شیخ بیمار ہوگئے۔ رمضان کی ۲۹ر تاریخ تھی۔ میں شیخ عبدالقاہر سہروردی اور دیگر مشائخ حاضر تھے کہ اچانک اشارہ سا ہوا جیسے کوئی کہہ رہا تھا۔ "اے اللہ کے ولی میں آپ سے جدا ہو رہا ہوں اور یہ میری آخری ملاقات ہے۔" دراصل یہ آواز رمضان مبارک کی طرف سے تھی چنانچہ دوسرے سال کا رمضان آپ نے نہ دیکھا یعنی ربیع الآخر ۵۶۱ھ میں اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے اور دنیائے اسلام اپنے ایک بہت بڑے محسن کے لئے سوگوار رہ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ایک روایت کے مطابق تاریخ وفات ۱۰ر ربیع الآخر ہے۔ (۱) اس مصرع میں سن ولادت اور سن وفات دونوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔

جاء فی عشق و مات فی کمال

"آپ کی آمد "عشق" میں ہوئی اور وصال "کمال" میں فرمایا۔"

کلمہ "عشق" کے عدد چار سو ستر ہیں۔ یہ تاریخ ولادت ہے۔ لفظ "کمال" کے عدد

اکانوے ہیں اور یہ عمر شریف ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کے نزدیک حضرت کی عمر مبارک نوے سال ہے۔ انہوں نے چند اشعار میں عمر مبارک کی مقدار اور اس کے مختلف ادوار کا نقشہ بڑی عمدگی سے کھینچا ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

نود سال حیاتش بود، تفصیلش ز من بشنو	آپ کی عمر مبارک نوے سال تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے
بہ ہژدہ سال از جیلان بہ بغداد آمدہ دانی	۱۸ سال کی عمر میں جیلان سے بغداد تشریف لائے،
پئے تحصیل علمی ہفت سال اندر شمار آمد	اور بغداد میں ۷ سال تک علوم ظاہر کی تحصیل میں مصروف رہے
بہ بست و پنج سالش انقطاع از خلق ربانی	بعد ازاں پچیس سال خلوت اور ریاضت میں گزارے
چہل سالہ بہ دعوت سوئے حق خواندن خلائق را	پھر چالیس سال مخلوق خدا کی ہدایت میں صرف کئے
حسابِ عمر ایشاں بود من گفتم بہ آسانی	حضرت کی عمر کا یہ میزان ہے جو میں نے سہولت سے سمجھا دیا۔

۱۸ سال جیلان میں

۷ سال بغداد میں (تحصیل علم)

۲۵ سال تلاش حق کے لئے خلوت و تجرد میں

۴۰ سال وعظ، تبلیغ، تدریس و تعلیم میں

کل عمر مبارک ۹۰ سال

5

اخلاق و عادات

اولیاء اللہ کی زندگی کا سب سے محبوب پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے اخلاق کی داستان سن کر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی عادات کو "سنن نبویہ" کے پرتو سے منور کر چکے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر اکابر صوفیاء فرما گئے ہیں کہ "دراصل سنت نبوی کی اتباع ہی کا نام ولائت ہے۔"

اب اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے ممدوح گرامی، غوث صمدانی، محبوب یزدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز جو گروہ اولیاء کے سر تاج ہیں، مقام اخلاق میں، حضور سرور عالم ﷺ کے نقوشِ پا سے کس قدر قریب ہوں گے۔(۱)

حضرت شیخ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل، جیسے محبت الٰہی کی لذتوں سے سرشار تھا، اسی طرح خلق خدا کی خدمت کے جذبے سے بھی معمور تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی غربا فقرا اور طلباء کی صحبتوں میں گزری۔ مقبولیت اور عظمت کا یہ عالم تھا کہ شہر سے گزرتے تو گلی کوچوں میں مردوزن ہجوم کئے

۱۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "اخلاق آنحضرت نسخہ بود از اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ و مجموعہ از اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ باں جلالت قدر و علو منزلت و وسعت علم و رفعت محل کہ داشت ہمیشہ باضعفا مجالست کردی و بافقراء تواضع نمودے و توقیر کبیر و ترحم بر صغیر و ابتدا بسلام فرمودی...... و ہر کہ پیش آنحضرت سوگند خوردی ہر چند دروغ گفتے قبول کردے و علم و کشف خود را پوشیدے۔" (اخبار الاخیار)

ترجمہ:۔ حضرت کے اخلاق کریمہ، اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ کے مظہر کامل تھے۔ اتنی عظمت شان کے باوصف، ضعیف لوگوں کی "ہمنشینی" فرماتے اور چھوٹوں پر رحم و شفقت۔ سلام کہنے میں پہل کرتے...... جو شخص حضرت کے سامنے قسم کھالیتا اگرچہ جھوٹا ہوتا آپ قبول فرما لیتے اور اپنا علم کشف ظاہر نہ فرماتے۔ (آسی)

ہوتے اور بازاروں میں لوگ دکانوں سے اتر کر قطار بستہ کھڑے ہو جاتے۔ شہر کے امرا اکبرا قدم بوسی کو ترستے رہتے مگر آپ غریبوں اور کمزوروں کو نوازتے ناداروں اور بیکسوں کے پاس بیٹھتے۔ سفر پر جاتے تو غربا کی جھونپڑیوں میں قیام پذیر ہوتے اور روٴسا کی آرزوؤں کے باوجود ان کے محلات کا رُخ نہ کرتے۔

ایک واقعہ

ایک مرتبہ سفر حجاز کے لئے تشریف لے گئے۔ خلف صالح شیخ عبدالرزاق ساتھ تھے۔ وہ فرماتے ہیں جب اباجان کی سواری مقام حلّہ پر پہنچی تو آپ نے ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ بستی کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے ویرانے کا رخ کر لیا۔ چند قدم چلے ہوں گے کہ ایک اونی خیمہ نظر آیا۔ جہاں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ایک لڑکی سکونت پذیر تھے۔ اباجان نے اس بوڑھے مرد سے اجازت لی اور ہمارا قافلہ جنگل میں ان کے خیمے کے ساتھ فروکش ہوا۔ اب اُدھر حلّہ کی ساری بستی میں حضرت کی آمد کی خبر پھیل چکی تھی۔ چند لمحے گزرے ہوں گے کہ بستی کے بڑے بڑے متمول لوگ حاضر خدمت ہونے لگے اور اصرار کرنے لگے کہ بستی میں چل کر ہمارے ہاں قیام فرمایئے۔ مگر آپ نے کسی کی درخواست منظور نہ فرمائی۔

جب لوگوں کو یقین ہوا کہ حضرت اس ہی جھونپڑی میں ٹھہریں گے تو آس پاس کی بستیوں سے نیاز مند گروہ در گروہ تحائف و ہدایا لے کر حاضر خدمت ہونے لگے، حضرت تحائف وصول فرماتے اور جھونپڑی والوں کو دیتے جاتے۔ حتیٰ کہ صرف مویشیوں کی تعداد اتنی ہوگئی کہ جنگل میں دُور تک گلّے چرتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اس طرح سرکار غوثیت مآب کے فیض قدم سے اس کٹیا کے نادار، بستی کے بڑے بڑے مالداروں سے زیادہ صاحب ثروت ہو گئے۔ (1)

1۔ مفصل واقعہ "بہجۃ الاسرار" کے ص ۱۰۳ پر درج ہے۔ (کوکب)

آئے وہ اور جمال دکھا کر چلے گئے
خوابیدہ زندگی کو جگا کر چلے گئے

محتاجوں کی مدد

ضرورت مندوں کی مدد فرماتے۔ محتاجوں کی حاجت پوری کر دیتے۔ ایک خستہ حال مسافر دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا "میاں کیوں پریشان ہو؟" اس نے عرض کیا۔ "میں مسافر ہوں۔ پیدل سفر کر رہا ہوں، مگر یہاں راستے میں دریا آن پڑا ہے اور کشتی کا کرایہ پاس نہیں۔" آپ نے اسی وقت اسے تیس دینار عطا فرمائے اور غریب مسافر کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

مہمان نوازی

جس طرح فیوضات کے لئے آپ کا آستانہ مرجع عالم تھا۔ اسی طرح اہل احتیاج کے لئے مسافروں اور مہمانوں کے لئے صبح و شام جود و کرم کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ مہمان خانے کا انتظام اپنے اہتمام سے کرتے۔ رات کو جب دستر خوان بچھتا تو دنیا دیکھتی کہ اولیاء کا سردار مسافروں میں بیٹھا کھانا کھا رہا ہوتا تھا۔

کئی لوگ اپنے دل میں خاص قسم کے کھانوں کا خیال لے کر آتے اور اپنی اپنی آرزو کے مطابق کھانا کھا کر جاتے۔ واعظِ مصر شیخ زین الدین علی بن ابی طاہر حج سے واپسی پر بغداد آئے۔ اتفاق سے زادِ راہ ختم ہو گیا۔ سفر کا معاملہ تھا اور بغداد میں انہیں کوئی جانتا نہ تھا۔ بالآخر بھوک سے بے تاب ہوئے اور حضرت کے مکان خانے میں آئے۔ آپ نے دیکھتے ہی خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔

شیخ زین الدین فرماتے ہیں میں نے اپنے رفیق سے سرگوشی کی کہ تو کیا کھائے گا۔ اس نے کہا کہ کشک (ایک خاص کھانا جو دودھ میں تیار ہوتا تھا) اور خود میں نے دل میں

شہد کا خیال کیا۔ چنانچہ آپ نے تصرف قلب سے معلوم کر کے یہی کھانے منگوائے۔ مگر خادم نے کشک میرے آگے اور شہد میرے ساتھی کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر حضرت نے ٹوکا اور فرمایا، یوں ٹھیک نہیں "اس کا الٹ کرو۔" یہ دیکھ کر شیخ زین الدین فدا ہو گئے اور حلقہ صحبت میں داخل ہوئے۔(۱)

صبر و صداقت اور استحکام و استقلال میں آپ کی شخصیت یکتائے عصر تھی۔ اس کے ساتھ قدرت نے قناعت و کفائت اور ایثار و سخاوت کے جوہر بھی عطا کئے تھے۔

راستی

آپ کی صداقت کے لئے اس کلمہ صدق کا یاد رکھنا کافی ہے، جو ہمدان کے قریب آپ نے ڈاکوؤں کے سردار کے سامنے بولا تھا۔ نیز وہ حقیقت، جس کا اظہار ایک مرتبہ آپ نے ایک سوال کے جواب میں کیا تھا۔ یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے جملہ منازل ارتقاء کی بنیاد کیا ہے۔" تو آپ نے فرمایا تھا۔ "صدق" (یعنی سچائی، قول میں بھی اور فعل میں بھی)

صبر و تحمل

آپ کے زمانہ طالب علمی پر نظر ڈالئے تو صبر و تحمل کی تفسیر سمجھ میں آئے گی۔ وہ مسافری، وہ قحط، وہ بھوک کی راتیں، وہ فاقے کے دن، وہ اجنبیت اور وہ بے سروسامانی، مگر ان تمام صعوبتوں پر آپ کی خندہ پیشانی کس قدر حیرت انگیز ہے!

ایثار و سخا

پھر لطف یہ کہ اس دور ابتلاء میں اگر کبھی جیب میں چند سکے آگئے تو شاہانہ سخاوت

1۔ شیخ شطنوفی نے اس واقعہ کو سند اور تاریخ کی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ واعظ مصر کا نام یوں درج کیا ہے۔ الشیخ ابوالحسن علی بن ابی طاہر ابراہیم بن نجا بن غنائم الانصاری الدمشقی الفقیہ الحنبلی الواعظ نزیل مصر۔ دیکھئے "بہجۃ الاسرار" ص ۳۷۔ (کوکب)

اور مردانہ ایثار کی شان دکھادی۔ایک دفعہ بیس دن کے مسلسل فاقے کے بعد والدہ کی بھیجی ہوئی رقم وصول ہوئی۔آپ نے ایک وقت کی روٹی کے پیسے رکھ لئے۔باقی خرابہ کسرئی کے فقراء میں تقسیم کر آئے۔شہر میں آکر کھانا خریدا تو اس میں بھی چند درویشوں کو شریک کرلیا۔

نیم نانے گر خورد مرد خدا　　بذل درویشاں کند نیم دگر

ترجمہ:۔مرد خدا کے ہاتھ میں اگر ایک روٹی ہی ہو تو بھی اس میں آدھی درویشوں پر ضرور خرچ کردے گا۔

آپ کا مرغوب عمل

جود و کرم کی یہ عادت مبارکہ آپ کی زندگی کے ہر دور میں نمایاں رہی۔کوشش یہ ہوتی تھی کہ کوئی ضرورت مند خالی نہ جائے۔بسااوقات سائلوں کو اپنے کپڑے اتار کر عطا کر دیتے۔بھوکوں کو کھانا کھلانے میں بڑا حظ محسوس کرتے۔فرمایا کرتے تھے۔ میں نے تمام اعمال صالحہ کی چھان بین کی ہے۔ان میں سب سے افضل عمل بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔اگر میرے پاس دنیا بھر کے خزانے آجائیں تو سب کے سب بھوکوں پر صرف کردوں۔(۱)

احباب سے سلوک

اپنے احباب کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا برتاؤ فرماتے۔مجلس میں عزت و تکریم کے ساتھ بٹھاتے۔شیخ علی بن ابی نصر ہیتی جو عراق کے اقطاب میں سے تھے، حضرت شیخ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔جب کبھی وہ اپنی بستی سے آپ کو ملنے کے لئے بغداد آتے، تو مدرسے کے دروازے پر پاپوش اتار کر کھڑے ہو جاتے۔اس وقت

1۔فوات الوفیات جز دوم صفحہ ۳

جناب شیخ انہیں فرطِ محبت سے پکارتے "بھائی! میرے پاس آیئے۔" اور پھر اپنے پہلو میں پاس بٹھالیتے۔(۱)

عیادت

آپ کے اصحاب میں سے کوئی غیر حاضر ہوتا، اس کے حالات دریافت فرماتے، کوئی بیمار ہو جاتا، تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے خواہ سفر ہی اختیار کرنا پڑتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ علی ہیتی بیمار ہوگئے تو آپ ان کی بیمار پرسی کے لئے ان کی بستی زریران میں تشریف لے گئے، جو بغداد سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔

اولیاء سے رابطہ

آپ اپنے عہد کے اولیاء اللہ سے ملنے کے بہت مشتاق تھے۔ ابتداء عمر میں بغداد کے جملہ اہل اللہ کی مجالس میں جاتے۔ تاج العارفین شہر میں وعظ کہا کرتے تھے جس میں اکثر و بیشتر آپ شریک ہوتے رہتے تھے۔ آپ دورانِ سفر میں بھی ایسی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھتے۔ چنانچہ عہد طالب علمی کے ایک سفر میں شیخ شریف یعقوبی سے ملاقات کی۔ سفر حج میں شیخ ابن مرزوق اور شیخ ابو مدین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ علاوہ ازیں بلاد عجم و ملک عراق کے اکثر زہاد و اولیاء سے آپ کا ملنا ثابت ہے۔(۲)

مزارات

کبھی کبھی قبرستانوں کی طرف بھی تشریف لے جاتے۔ بغداد کے مقبرہ شونیزیہ

۱۔ احباب کی دلجوئی کے لئے ان کا ہدیہ قبول فرما کر تناول بھی فرمالیتے تھے۔ لیکن سلاطین کا ہدیہ کبھی قبول نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی صاحب صدقہ لاتے تو بھی قبول فرمالیتے تھے مگر اسے تناول نہیں فرماتے تھے بلکہ حاضرین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ خوش خلق و سرنگین و کریم و مہربان نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت کا ہر دوست و ہمنشین یہی خیال کرتا تھا کہ حضور کو مجھ سے زیادہ عزیز کوئی نہیں۔(آسی)

۲۔ دیکھئے قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴، ۵(کوکب)

میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور جعفر خلدی جیسے صالحین لیٹے تھے۔ اس لئے یہاں حضرت اکثر آیا کرتے تھے۔ خود آپ کے مرشد صحبت شیخ حمّاد کا مزار بھی یہیں تھا۔ حضرت خواجہ معروف کرخی اور امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مزارات پر بھی بارہا تشریف لے جاتے۔

دنیاداروں اور دنیا کی چیزوں کے لئے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی۔ آپ نے دولت کبھی جمع نہ فرمائی۔ جو کچھ آتا --- فقراء اور طلباء میں تقسیم ہو جاتا۔ آپ کی چند نرینہ اولادیں مختلف اوقات میں وفات پاتی رہیں، مگر آپ پر کوئی تغیر نہ آتا۔ ایک مرتبہ وعظ کے دوران ایسی ہی خبر بد ملی، مگر آپ نے پورے اطمینان سے وعظ جاری رکھا۔ لوگ یہ استقلال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ہاتھوں پہ رکھ کر دل سے کہہ دیتا ہوں کہ "یہ میت ہے۔" (یعنی آخر سب نے فنا ہونا ہے)۔ بس پھر اس کی موت سے مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

استغناء

غافل دنیاداروں کی آپ قطعاً پروانہ کرتے، خواہ رئیس ہو، خواہ حاکم وقت۔ ایک مرتبہ خلیفہ وقت مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف اشرفیوں کے دس توڑے لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر اس کے اصرار پر تھیلیاں ہاتھ میں پکڑ کر نچوڑیں، تو ان سے خون ٹپکنے لگا۔ خلیفہ متحیّر رہ گیا۔ آپ نے فرمایا یہ "لوگوں کا چوسا ہوا خون ہے۔ اگر رشتہ رسالت کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون تمہارے محلات تک بہتا۔"(۱)

جب کبھی خلیفہ یا کسی اور حاکم وغیرہ کی آمد کی خبر ملتی، تو آپ اٹھ کر اندر تشریف

1۔ دیکھئے بہجتہ الاسرار، صفحہ ۶۱ (کوکب)

لے جاتے۔ جب وہ آکر بیٹھ جاتے تو آپ آجاتے اور وہ تعظیم میں کھڑے ہو جاتے۔ آپ کی سوانح کی کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ زندگی کے کسی حصے میں بھی کسی امیر، رئیس یا حاکم کے پاس گئے ہوں۔ ہمیشہ حکام و امراء آپ کے دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے۔(۱)

عبادت و خوف خدا

عبادت و ریاضت کا شوق گویا گھٹی میں ملا تھا۔ شب بیداری، نوافل، مسلسل روزہ، تلاوت قرآن اور مجاہدات کے اشغال کی بہ کثرت روایات مذکور ہیں۔ ذوقِ تلاوت کا غلبہ ہوتا تو پوری پوری رات قرآن پڑھتے گزار دیتے۔ یادالٰہی کے لئے کبھی مسجد میں، کبھی بستی میں اور کبھی ویرانوں میں بے تاب نظر آتے۔ مقبولیت و محبوبیت کے مقاماتِ عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود خوف خدا اس حد تک غالب تھا کہ شاید و باید۔۔ بہ روایت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ آپ کو حرم کعبہ میں یوں دیکھا گیا کہ سر کنکریوں پر رکھا ہے، آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں، اور عرض کر رہے ہیں۔ "اے مالک! اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کو مجھے نابینا اٹھانا تاکہ تیرے برگزیدہ بندوں میں شرمسار نہ ہوں۔" اللہ اکبر! علامہ اقبال مرحوم نے اسی احساس کو اپنے تخیل کے حسین پیکروں میں ملبوس کر کے اس رباعی میں جلوہ گر کر دیا ہے

بپایان چون رسد ایں عالم پیر — شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رُسوا حضورِ خواجہ مارا — حسابِ ما ز چشمِ اونہاں گیر

ا۔ علامہ رشید رضا مدیر المنار نے دائرۃ المعارف للبستانی میں شامل اپنے مقالے میں لکھا ہے۔ ایک مرتبہ خلیفہ وقت، عشاء کی نماز کے بعد سرکار غوثیت مآب سے ملنے کے لئے آیا۔ مگر آپ ملاقات کے لئے باہر تشریف نہ لائے۔ کیونکہ معمول یہ تھا کہ عشاء کے بعد باہر نہ نکلتے۔ (کوکب)

رزق حلال

اسلاف کی طرح آپ مشکوک روزی سے کلی اجتناب فرماتے۔ رزقِ حلال کا سوکھا ٹکڑا کھا کر خوش رہتے۔ مجاہدات کے زمانے میں کئی دفعہ شہر آتے مگر طیب چیز میسر نہ آتی، تو پھر واپس صحراؤں کو چلے جاتے۔ مسند تبلیغ وارشاد پر متمکن ہونے کے بعد بھی اپنے کھانے کے بارے میں نہایت محتاط رہے۔ اپنے متعلقین میں سے کچھ کاشتکاروں کے ذمے یہ خدمت تھی کہ وہ ہر سال اپنی نگرانی سے گیہوں کا فصل تیار کر کے لاتے۔ پھر خاص خدام ہی اسے پیستے اور چند روٹیاں پکا کر سامنے حاضر کی جاتیں۔ آپ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے کچھ اپنے لئے رکھ لیتے اور باقی احباب خاص میں تقسیم کر دیتے۔ یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں رزقِ حلال کیا اہمیت رکھتا ہے۔

طبیعت میں حلم اور بُردباری کی شان غالب تھی۔ کسی ذاتی یا خاندانی معاملے میں کبھی غصہ نہ فرماتے۔ عوام یا خواص کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اسے معاف فرما دیتے۔ آپ کو اپنے خدام کی خطاؤں کا علم ہوتا۔ لیکن درگزر سے کام لیتے۔ البتہ حدود الٰہی کے بارے میں نہایت سخت گیری فرماتے۔ سنت کی پابندی پر خود بھی کاربند تھے اور متعلقین کو بھی یہی تلقین کرتے۔ شیخ ابوالقاسم بزاز اور شیخ ابو عبداللہ بغدادی نے سرکارِ بغداد کے اخلاق کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"آپ کے اخلاق نہایت محبوب، اوصاف از حد پاکیزہ تھے۔ ہر رات عام دستر خوان بچھتا۔ مہمانوں کے ساتھ کھاتے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ طلباء سے خاص انس رکھتے۔ اپنے رفقاء کی خطائیں معاف کر دیتے۔ جو شخص قسم کھاتا اسے سچا قرار دیتے اور اس کے متعلق اپنا علم پوشیدہ رکھتے۔ آپ سے زیادہ صاحب حیاء میں نے کوئی نہ دیکھا۔" بہجہ صفحہ ۱۰۴

"سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ رقیق القلب، خدا سے بہت ڈرنے والے، بڑی ہیبت والے، ازحد کریم الاخلاق اور پاکیزہ طبع تھے۔ محارم الٰہی کی بے حرمتی کے وقت سخت گیر تھے مگر اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیتے۔" (بہجہ صفحہ ۱۰۵)

ان چند سطور میں آپ کے اخلاق عالیہ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم اس آئینے کے ہر گوشے میں "خلقِ عظیم" کی کرنیں جگمگاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ رب کریم اس آثم و عاصی کو اور جملہ مسلمانوں کو اس مبارک زندگی کی روشنی میں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے!

ازواج واولاد

آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۳۹، ۴۰ سال کی عمر تک آپ مجرد رہے۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے محض اتباع سنت کے لئے نکاح کیا ہے۔

صاحبزادے

اللہ تعالیٰ نے دیگر انعامات کی طرح اولاد بھی بکثرت عطا فرمائی، جو سب کی سب علم اور تقویٰ میں ممتاز ہوئی۔ ذیل میں آپ کے چند فرزندان گرامی کا ذکر کیا جاتا ہے جو علم و فضل کی بلندیوں پر چمکے اور دینی خدمات میں اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلے۔(۱)

1۔ شیخ عبدالوہاب

بڑے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب تھے۔ مجاہدات و ریاضات میں ولدِ ماجد کے طریق پر گامزن ہوئے۔ علوم میں بہت محنت کی۔ حتیٰ کہ والد ماجد کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے۔ سن ولادت ۵۲۲ھ یا ۵۲۳ھ اور سن وفات ۲۵/ شوال ۵۹۳ھ ہے۔ بغداد کے مقبرہ حلبہ میں مزار ہے۔

۲۔ شیخ حافظ ابو بکر عبدالرزاق

حافظ کا لقب دلالت کرتا ہے کہ آپ حافظ حدیث ہوں گے کیونکہ اس زمانے میں عموماً حافظ کا اطلاق اسی معنی پر ہوتا تھا۔ روحانیت میں صاحب کمال اور ولی کامل

۱۔ دیگر صاحبزادگان نیز آپ کے پوتوں اور نواسوں کے اسماء گرامی اور تذکرے کیلئے دیکھئے قلائد الجواہر ۴۲ تا ۵۷۔ (کوکب)

تھے۔ آپ سب سے زیادہ حضرت شیخ کی صحبت میں رہے اور شیخ کے سوانح کا ایک کثیر حصہ ان کی ہی قلم نے محفوظ کیا۔ ۵۲۸ھ ۱۸ر ذیقعد کو پیدا ہوئے۔ ۶ر شوال ۶۰۳ھ میں فوت ہوئے۔ مزار بغداد باب حرب میں ہے۔

۳۔ امام شرف الدین ابو محمد عیسیٰ

سن ولادت معلوم نہیں ہو سکا۔ زاہد و تقی اور بلند پایہ عالم تھے، ایک مدت تک علوم کا درس دیتے رہے۔ صاحب تصانیف اور شعر و سخن کا مذاق بھی رکھتے تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد دوسرے سال یعنی ۵۶۲ھ میں شام چلے گئے۔ پھر مصر آ گئے۔ جہاں ۱۲ر رمضان ۵۷۲ھ میں وفات پائی۔ محلہ قرافہ مصر میں مدفون ہوئے۔ (۱)

۴۔ شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ

ولی اللہ اور محدث تھے۔ سن ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخ وفات ۶۰۰ھ ۱۵ر ذیقعد ہے۔ حلبہ بغداد میں دفن ہیں۔

۵۔ شیخ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ

صاحب باطن اور ولی کامل تھے۔ ۱۷ر صفر ۵۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ مزار مبارک بغداد ہی میں ہے۔

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتوِ آن
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

ترجمہ:۔ دراصل اس بزم میں ایک ہی چراغ جلوہ گر ہے اور ہر طرف اسی کے پرتو سے انجمن آرائی کی گئی ہے۔

ا۔ آپ کی ایک تالیف "جواہر الاسرار و لطائف الانوار" کا ذکر صاحب قلائد الجواہر نے کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اس کا موضوع علم تصوف ہے۔ حاجی خلیفہ نے صراحت کی ہے کہ تصوف کے ۷۰۳ اہم مسائل جن کی صوفیاء کو اکثر ضرورت پڑتی ہے مثلاً حیرت، قبض، بسط، سکر اور محو وغیرہ اس مختصر کتاب میں تفصیل و شرح کے ساتھ سمجھائے گئے ہیں۔ دیکھئے قلائد الجواہر ص ۴۲، کشف الظنون کالم ۶۱۲۔ علامہ رشید رضا نے دائرۃ المعارف للبستانی میں اپنے مقالے میں، اس تالیف کو غلطی سے حضور غوث پاک کی طرف منسوب کرا دیا ہے۔ دراصل یہ آپ کے صاحبزادے ابو محمد عیسیٰ جیلانی کی تالیف ہے۔ (کوکب)

علمی زندگی

دینی خدمات کو مقصد حیات بنانے والوں کے لئے علوم دینیہ کی مکمل واقفیت اور عام علوم سے بقدر ضرورت آگاہی نہایت لازم ہے۔ جاہل اور بے خبر اس وادی میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ یہی باعث ہے کہ اسلام کے جملہ مجددین و مبلغین، علم و فضل میں بہت بلند پایہ واقع ہوئے ہیں۔ چونکہ ہمارے ممدوح حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ساری زندگی تبلیغ و اصلاح میں گزری، اس لئے یہ امر ازحد ضروری ہے کہ آپ کے علمی مقام پر نہایت واضح اور مفصل تبصرہ کیا جائے تاکہ ایک فاضل اور صاحب بصیرت مبلغ کی حیثیت سے آپ کی مساعی کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

طلب علم

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے ابتدائی حالات عموماً قدرت کی شان بے نیازی کے مظہر ہوا کرتے ہیں۔ جس ماحول میں وہ ظاہر ہوتے ہیں اس کی فضائیں ان کے مقاصد کے بالکل برعکس ہوتی ہیں۔ ان کی راہ میں ہزاروں کانٹے اور لاکھوں رکاوٹیں آتی ہیں لیکن ان کا ذوق جستجو، ان کا درد و کرب اور ان کا جذبہ عمل ہر مشکل پر قابو پاتا ہوا بالآخر منزل سے ہمکنار ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔

بالکل ایسے ہی حالات میں حضور غوث پاک کا ظہور ہوا۔ آپ کا گھرانہ شریف و نجیب تو ضرور تھا مگر متمول اور باثروت نہ تھا۔ آپ کے والد ماجد کا کل ترکہ اتنی

اشرفیاں تھیں جن میں دو بھائی برابر کے حصہ دار تھے۔ پھر اوائل عمر ہی میں والد کا انتقال ہو گیا۔ اب تربیت نانا کے سپرد ہوئی جو ایک زاہد اور گوشہ نشین درویش تھے۔
ان کمزور مالی حالات کے علاوہ جیلان کا قصبہ اور نیف کی بستی ایسے مقامات تھے جہاں بلند معیار کی علمی اور فکری تربیت کا کوئی بھی انتظام موجود نہ تھا مگر ان بے سروسامانیوں اور ماحول کی سرد مہریوں میں تائید و توفیق الٰہی کے مضبوط ہاتھ نے آپ کو ٹھیک اسی راہ پر ڈال دیا، جس میں آپ نے عمر بھر کام کرنا تھا۔ یعنی اپنے گھر میں اور اپنی بستی کے مکاتب میں آپ ابتدائی تعلیم کیلئے تندہی کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو اعلیٰ تعلیم کے لئے چار سو میل کا پر خطر سفر طے کر کے بغداد پہنچے جہاں آتے ہی قحط اور دیگر مشکلات سے واسطہ پڑا۔ بیس بیس دن تک فاقہ رہتا اور ہفتوں پیٹ میں لقمہ نہ جاتا۔ کبھی کبھار والدہ کچھ پیسے روانہ کر دیتی تھیں مگر وہ ضروریات کے لئے ناکافی ہوتے۔
ان تمام صعوبات کے باوجود آپ نے تحصیل علم کی مہم کو حیرت انگیز استقلال کے ساتھ جاری رکھا اور بغداد میں تعلیم کے جتنے ممکن ذرائع ہو سکتے تھے آپ نے ان سب کو اختیار کیا۔ یعنی نظامیہ میں داخلہ لینے کے ساتھ ساتھ آپ بعض دیگر نجی مراکز سے بھی وابستہ ہوئے جیسا کہ پہلے حصے میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں بغداد کے علماء و فضلاء اور محدثین و فقہاء سے ملاقاتیں کرتے رہتے اور اہل علم کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے۔

محنت اور شوق کا یہ عالم تھا کہ فارغ اوقات میں بھی اپنا کام جاری رکھتے۔ اس مقصد کے لئے آپ نے دو نشست گاہیں بنا رکھی تھیں۔ ایک جنگل میں تھی اور دوسری بغداد کے محلہ قطیعہ شرقیہ کی مسجد میں تھی۔

اساتذہ (۱)

بغداد میں جن فضلاء سے آپ نے علوم عالیہ کی تحصیل کی ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخرمی
۲۔ محمد بن حسن باقلانی
۳۔ محمد بن عبدالکریم بن خشیش
۴۔ محمد بن علی بن میمون الرسی
۵۔ ابو بکر احمد بن مظفر
۶۔ جعفر بن احمد القاری السراج
۷۔ علامہ ابوزکریا یحییٰ بن علی تبریزی
۸۔ ابوالبرکات طلحۃ بن احمد العاقولی
۹۔ ابو منصور عبدالرحمٰن القزاز
۱۰۔ ابوالحسین المبارک ابن الطیوری
۱۱۔ ابونصر محمد
۱۲۔ ابو غالب احمد
۱۳۔ ابو عبداللہ یحییٰ
۱۴۔ ابوالعز محمد بن مختار ہاشمی
۱۵۔ ابوالبرکات ہبۃ اللہ السقطی
۱۶۔ ابو طاہر عبدالرحمٰن بن احمد
۱۷۔ ابو طالب عبدالقادر بن محمد
۱۸۔ اسمٰعیل بن محمد اصبہانی
۱۹۔ ابوالقاسم علی بن احمد کرخی
۲۰۔ ابوالفاء علی بن عقیل
۲۱۔ ابوالخطاب محفوظ بن احمد کلودانی
۲۲۔ ابوالحسن محمد بن قاضی ابی یعلی
۲۳۔ محمد بن حسین بن محمد فراء

علومِ قرآن

سب سے پہلے آپ نے قرآن حکیم حفظ کیا (قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن وطن میں ہی یاد کر لیا تھا) پھر قرأت و تجوید اور روایات متداولہ کے ساتھ قرآن پڑھا۔

۱۔ حضرت کے اساتذہ کے اسماء گرامی ان کے علمی مقامات، اور یہ تفصیل کہ کن کن شیوخ و اساتذہ سے کیا کیا حاصل کیا۔ اس کے لئے دیکھئے بہجۃ الاسرار ص ۱۰۵ (کوکب)

فقہ واصول

علوم فقہ واصولِ فقہ مندرجہ بالا فہرست میں سے پانچ اساتذہ سے حاصل کیے جن کے اسماء ۱، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳ میں مذکور ہیں۔

تفسیر و حدیث

تفسیر افضل العلماء ابو محمد جعفر اور بحر العلوم ابو سعید ہمدانی سے پڑھی۔ باقی کے ۱۷ اساتذہ شیوخ حدیث ہیں جن سے آپ نے حدیث واصولِ حدیث کے جملہ علوم پڑھے۔ ادبیات عربیہ کی تعلیم علامہ تبریزی سے حاصل کی۔

اساتذہ کا مقام

جن فضلاء کے نام آپ کے اساتذہ کی فہرست میں آئے ہیں، یہ اس وقت کی اسلامی دنیا کے بلند پایہ علماء تھے۔ حضرت قاضی ابو سعید مخرمی رحمتہ اللہ علیہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے اور علوم فقہ میں امام تھے۔ علامہ ابو زکریا تبریزی نظامیہ یونیورسٹی میں عربی لغت اور عربی ادب کے مدرس اعلیٰ تھے۔ ان کے قلم سے بہت سی قیمتی تصانیف نکلیں مثلاً شرح اللمع، شرح دیوان حماسہ، شرح دیوان متنبی، شرح دیوان ابی تمام، شرح القصائد العشر، شرح سقط الزند، الکافی فی العروض والقوافی اور تفسیر القرآن والاعراب وغیرہ۔

اسی طرح ابو الخطاب محفوظ کلودانی، ابو الحسن بن قاضی یعلی اور محمد بن حسین الفراء حنبلی، اہل علم میں چوٹی کے علماء تھے۔

علمی مقام

طلب علم کی کٹھن رہگزاروں میں محنت، شوق، جستجو اور تحمل و استقلال کا زادِ راہ

لے کر چلنے والے اس عظیم طالب علم کو فضل ایزدی کے دست رحمت نے وہ عظیم صلہ عطا کیا کہ دنیا نے اسے علوم و حِکَم کی بلندیوں پر بدر کامل کی طرح چمکتے ہوئے دیکھا اور عوام و خواص سب کو اس کے علمی مقام کا اعتراف کرنا پڑا (۱)۔

علامہ جوزی (۲) کی حیرانی

علوم دینیہ میں سب سے اہم، علم تفسیر ہے۔ علم تفسیر میں حضرت شیخ کے مقام کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ علامہ ابن جوزی اپنے ایک رفیق سمیت شیخ کی مجلس میں آئے۔ قاری نے ایک آیت پڑھی اور جناب شیخ اس کی تفسیر و توضیح میں اقوال بیان کرنے لگے۔ جب ایک توجیہہ کا بیان ختم ہوتا تو علامہ جوزی کا ساتھی ان سے پوچھتا "کیا یہ توضیح آپ کے علم میں ہے؟" وہ کہتے "ہاں"۔ یہ سلسلہ گیارہ توجیہات تک تو جاری رہا مگر اس کے بعد جب آپ نے بارہویں، تیرہویں، چودھویں، اور علی ہذا القیاس چالیس تک توضیحات بیان فرمائیں اور ہر قول کے قائل کا نام بھی بتلایا تو علامہ ابن جوزی حیرت کا مجسمہ بن کر رہ گئے۔

اجتہاد

احادیث، فقہ، شرعیات اور مذاہب آئمہ پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ خود صاحب اجتہاد تھے۔ چنانچہ جن مسائل میں اپنے حنبلی مسلک سے آپ کو اختلاف ہوتا، ان میں اپنے ذاتی اجتہاد پر عمل پیرا ہوتے تھے لیکن عجیب اتفاق ہے کہ آپ کے ذاتی

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس علمی کمال کا ذکر یوں فرماتے ہیں "در جمیع علوم اصولاً و فروعاً و مذہباً و خلافاً از جمیع اعلام بغداد بلکہ کافہ علمائے بلاد در گزشت حتی فاق الکل فی الکل و صار مرجع الجمیع فی الجمیع دیکھئے اخبار الاخیار ص ۱۰ (آسی)

۲۔ اس سے عبدالرحمٰن بن علی بن محمد المعروف بہ ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) مراد ہیں۔ شیخ شطنوفی نے یہ واقعہ علامہ ابن الجوزی کے صاحبزادے ابو محمد یوسف بن ابی الفرج ابن الجوزی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انہیں حافظ ابو العباس احمد البغدادی البندلجی نے بتایا کہ میں اور تمہارے والد مرحوم (ابن الجوزی) ایک مرتبہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے اور اس کے بعد پورا واقعہ بیان کیا۔ دیکھئے بہجۃ الاسرار ص ۱۱۸ (کوکب)

مجتہدات، عموماً امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک سے مطابقت رکھتے ہیں اور میرے نزدیک یہ امر آپ کی فقہی بصیرت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

علماء آزمائش کو آئے

اختلافیات اور دقیق و مغلق مسائل میں اس قدر استحضار تھا کہ بغداد میں آپ کی تازہ شہرت سن کر سو بغدادی اہل علم آپ کی علمی کیفیت جانچنے کے لئے آئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی معلومات میں ایک سے ایک انتہائی مشکل سوال اپنے ذہن میں تجویز کیا ہوا تھا۔ جب مجلس میں پہنچے تو سرکار بغداد نے روحانی تصرف سے معلوم کر کے ان کے سوالات بھی بتلا دیئے اور سب کے مفصل جوابات بھی ارشاد فرما دیئے۔ شیخ مفرج بن بنہان (۱) جو واقعہ کے راوی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ علوم نبوی ﷺ کا یہ بحر ذخار دیکھ کر ان لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور قدموں پر گر پڑے۔

مورخین کی رائے

دنیائے علم میں آپ کے مسلّم ہونے کا ایک درخشاں ثبوت یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے محتاط اور نقاد مورخین نے آپ کی جلالت علمی کا تذکرہ شاندار الفاظ میں کیا ہے مثلاً حافظ زین الدین نے طبقات میں آپ کو "اپنے دور کا علامہ"، "علامۃ الحین" لکھا ہے۔ صاحب سیرت النبلاء نے "معقل العلم" (پناہ گاہِ علم) قرار دیا ہے۔ حافظ ابو سعید سمنانی کا بیان ہے (اپنی تاریخ میں) کہ آپ مجتہد فی المذہب تھے اور میں نے آپ سے بہت سی احادیث قلم بند کیں۔ امام ابو عبداللہ الشبیلی نے "عزیز العلم" (بہت زیادہ علم رکھنے والے) کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں یوں تذکرہ کیا۔ **کان له الید الطولٰی فی الحدیث و الفقه**۔ علوم حدیث اور فقہ میں آپ کو کمال دستگاہ حاصل تھی۔

پورا نام مفرج بن نبہان بن برکات الشیبانی ہے اور اس واقعے کی تفصیل انہی کی روایات سے قلائد الجواہر کے صفحہ ۳۳ پر موجود ہے۔ (کوکب)

علمی خدمات

آپ کی علمی خدمات پر نظر ڈالئے تو یوں محسوس ہوگا کہ جیسے آپ نے قرون اولیٰ کے فقہاء وائمہ دین کے دوش بدوش کام کیا ہے۔ اس باب کی سب سے اہم چیز شعبہ تعلیم و تدریس ہے جسے آپ نے ایسے معیاری طریق سے نبھایا کہ اس سے زیادہ ممکن ہی نہ تھا۔

مدرسہ

پیچھے گزرا ہے کہ قاضی ابو سعید مخرمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی درسگاہ آپ کے سپرد کر دی تھی۔ آپ نے اس دارالعلوم کی توسیع کی اور طلباء کی بہت بڑی تعداد کے لئے انتظامات مہیا کئے۔ عمارت سے فارغ ہو کر ۵۲۸ھ میں تعلیم و تدریس کا کام وسیع پیمانے پر شروع کیا اور سینکڑوں طلباء نے داخلہ لیا۔

طلباء کی تعداد

ایک راویت کے مطابق آپ کے ہاں چھ سو طلباء ایک وقت میں تعلیم پاتے تھے۔ طلباء کی یہ کثیر تعداد ایک ایسے مدرسے میں حیرت انگیز ہے جس کا انتظام صرف ایک شخص سے متعلق ہو اور مدرسے کے لئے حکامِ وقت کے نذرانے قبول نہ کیے جاتے ہوں۔

اوقات تعلیم

تعلیم تقریباً دن بھر جاری رہتی اور خود آپ دن کا سارا وقت مدرسے میں گزارتے۔ قبل دوپہر کی نشستوں میں علوم درسیہ کے اسباق ہوتے اور ظہر کے بعد

علوم قرآنیہ کے لئے ایک خاص نشست تھی جس میں آپ کلام اللہ کے معارف بیان فرماتے تھے۔(۱)

دُور کے طلباء

بغداد کے علاوہ یمن، حران، ہرات، حجاز، شام اور مصر کے طلباء بھی آپ کے ہاں تعلیم پاتے تھے۔ اسلامی دنیا سے دور دراز کے لوگ آپ کے ہاں آتے، فیضیاب ہوتے اور پھر اپنے علاقوں میں جاکر دینی خدمات میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے مدرسے کے اکثر طلباء دنیائے علم و حکمت میں آئمہ و شیوخ کے القاب سے ممتاز ہوئے۔

دیگر مدرسین

مدرسے میں دوسرے مدرسین کی بھی کثیر تعداد موجود تھی جن میں آپ کے بعض صاحبزادگان بھی شامل تھے تاہم کام کا بہت بڑا حصہ آپ خود ہی سرانجام دیتے تھے۔ موصل کے ایک عالم خضر حسینی کا بیان ہے کہ جناب شیخ تیرہ علوم کے اسباق عالیہ خود پڑھاتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اختلاف مذاہب کی تدریس میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ امام ابن قدامہ ۵۶۱ھ میں آپ کے دارالعلوم میں آئے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جو طالب علم اس درس گاہ میں داخل ہو جاتا تھا، پھر کسی دوسری جگہ کا کبھی رخ نہ کرتا کیونکہ یہاں علوم کی ہر شاخ پر نہایت اعلیٰ تعلیم میسر تھی۔

مبلغین کو تربیت

جو طالب علم تحصیل سے فارغ ہو جاتا اسے کسی مناسب مقام پر کام کرنے کے

۱۔ علامہ رشید رضا کے الفاظ یہ ہیں: تفسیر، حدیث، فقہ اور اختلافات فقہی کی چاروں کلاسیں، آپ خود پڑھاتے۔ اس کے علاوہ دن کے دونوں کناروں پر (یعنی صبح و شام) آپ کے پاس تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور علم نحو کے طلباء پڑھتے اور ظہر کی نماز کے بعد آپ کے ہاں قرأت قرآنی کا درس ہوتا تھا دیکھئے (دائرۃ المعارف للبستانی ص ۶۲۱ (کوکب))

لئے روانہ فرمادیتے تھے مگر پہلے اپنی نگرانی میں کچھ دیر اسے کام کرنے کا موقع دیتے تاکہ پختگی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ملک شام کے شیخ زین الدین آپ کے مدرسے میں ایک عرصہ تعلیم پاکر فارغ ہوئے تو جناب شیخ نے پہلے خود اپنے ہاں بغداد میں ان کے وعظ منعقد کرائے اور ہر طرح مطمئن ہو جانے کے بعد انہیں دمشق جانے کی اجازت دی۔ بعد میں وہ دمشق سے مصر آکر تبلیغی زندگی میں مصروف ہو گئے اور ۵۹۹ھ میں یہاں انتقال کیا۔ آپ واعظِ مصر کے لقب سے معروف تھے۔ حکام و امراء ان کا از حد احترام کرتے۔ ایک مرتبہ کسی ملکی خدمت کے صلے میں ڈیڑھ لاکھ دینار ان کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے۔

شیخ زین الدین بھی اپنے محبوب مربی و معلم کے نقش قدم پر تمام عمر، دینی خدمات میں منہمک رہے اور یہی عالم ان صدہا تلامذہ کا تھا، جو آپ کے دار العلوم میں تعلیم پاکر اسلامی دنیا کے طول و عرض میں پھیل چکے تھے۔ آپ کے تربیت دادہ سینکڑوں علماء و فضلاء میں سے چند ناموں کی فہرست درج ذیل ہے:۔

چند تلامذہ

شیخ احمد بن وہب ہروی، قاضی القضاۃ عبدالملک بن عیسیٰ، شیخ زین الدین شامی واعظِ مصر، محمد بن ازہر صیرفی، یحییٰ بن البرکہ، عبدالملک بن کالیائی، عثمان بن کالیائی، عبداللہ بن عبدالملک کالیائی، عمر بن احمد یمنی، عبداللہ بن نصر بکری، علی بن ابو طاہر انصاری، محمد بن ابو مکارم یعقوبی، عبدالجبار بن ابوالفضل القفصی، محمد بن احمد بن بختیار، عبدالملک بن ایال، عبدالغنی بن عبدالواحد المقدس، رافع بن احمد، احمد بن اسمٰعیل منصوری، امام ابن قدامہ حنبلی، ابراہیم ابن بشارۃ اللہ، ہلال بن مظفر عاتولی، عبدالمنعم بن علی حرانی، عبداللہ بطائحی، عثمان یاسری، ابراہیم حدثو یمنی، ابنائے عبدالرحمٰن،

عبداللہ بن محمد بن ولید، عطیف بن زیاد یمنی، صالح عبداللہ بن حسین اکبری، شریف احمد بن منصور، امام ابو عمرو عثمان شافعی زمان، ابوالقاسم ابن ابو بکر احمد، علی بن ابو بکر بن ادریس، شیخ محمد بن قائد الدرانی، عبدالعزیز بن ابو نصر، شیخ طلحہ بن مظفر ہاشمی، شیخ عبداللہ روبی، حسن بن عبداللہ انصاری، شیخ ابو محمد حسن القاری۔

فتویٰ نویسی

درسگاہ میں فتاویٰ کے لئے ایک مستقل شعبہ تھا مگر اس شعبے کا اکثر کام بھی آپ نے اپنے ذمے ہی لے رکھا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ شعبہ بہت زیادہ وسعت اختیار کر گیا۔ تقریباً عراقِ عرب و عراق عجم کے اکثر شہروں کے استفتاء آپ کے پاس آنے لگے۔ کام کی کثرت کے باوجود آپ کے ہاں فتاویٰ نویسی میں تاخیر نہ ہوتی تھی۔ خلف صالح شیخ عبدالرزاق اور شیخ ابو قاسم عمر بزاز حیرت سے بیان کرتے تھے کہ ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ کے دارالافتاء میں کوئی استفتاء ایک رات سے زیادہ رکا ہو۔ طبیعت میں اس قدر استحضار تھا کہ سوال پڑھتے ہی برجستہ جواب تحریر فرمادیتے۔ مگر کبھی ایک موقع بھی ایسا نہ آیا کہ کسی نے گرفت کی ہو۔ عراق کے بڑے بڑے علماء جب آپ کے تحریر کردہ جوابات پڑھتے تو آپ کی فقہی بصیرت پر انگشت بدنداں رہ جاتے۔

فتویٰ عجیبہ (۱)

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں ایسی عبادت نہ کروں جو دنیا میں اس وقت اور کوئی نہ کرتا ہو تو تجھے تین طلاقیں ہوں گی۔ اس استفتاء کے لئے عرب و عجم کے مفتی سر بہ گریباں تھے مگر جب جناب شیخ کے دارالافتاء میں وہ پرچہ آیا تو آپ نے

1۔ بعض اوقات یہ واقعہ امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف غلطی سے منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ شیخ شطنوفی نے اسے بالصراحت حضرت غوث صمدانی کے واقعات میں درج کیا ہے۔ دیکھئے بہجۃ الاسرار ص ۱۱۸۔ (کوکب)

فوراً اس کی پشت پر لکھ دیا:

"اس شخص کے لئے خانہ کعبہ کچھ دیر تک خالی کرادیا جائے تاکہ یہ اکیلا طواف کرلے۔ اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی اور بیوی کو طلاق نہ ہو گی۔"

آپ کے اس بے نظیر جواب پر، عراق کی دنیائے علم میں حیرت و تعجب کی لہر دوڑ گئی۔

آپ کا مسلک

گو آپ حنبلی المذہب تھے مگر فروع میں حنبلی مسلک کے کلی طور پر پابند نہ تھے کیونکہ آپ خود مجتہد تھے۔ چنانچہ اکثر مسائل اور فتاویٰ ذاتی اجتہاد سے بیان فرماتے جو حنفی مسلک سے مطابقت کھاجاتے تھے۔ بہرکیف تعلیم و تدریس اور فتاویٰ نویسی کی یہ خدمات ۵۲۸ھ سے شروع ہو کر سن وفات ۵۶۱ء تک یعنی ۳۳ برس کی مدت تک جاری رہیں۔

ان سطور کے مطالعے سے، جناب شیخ کی "علمی زندگی" کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا، کہ علوم دینیہ میں اس تبحر و بصیرت کا مالک اور شرعیات کی تعلیم میں ایسی گراں قدر خدمات کا حامل، آپ کے اس دور میں دوسرا کوئی شخص نظر نہیں آتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ میں اس پائے کی ہستیاں عزیز و نادر ہی ہوا کرتی ہیں۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

روحانی زندگی

مجاہدات

پہلے حصے میں حضرت غوث صمدانی کی ریاضت و مجاہدات کا ذکر آچکا ہے کہ آپ کے دن کس درد و کرب میں اور راتیں کس سوز و گداز میں گزرتی تھیں۔ رات کی خاموشیوں میں قرآن کی تلاوت شروع کر دیتے تو کھڑے کھڑے صبح ہو جاتی۔ خلوت پذیری کے ذوق میں نکلے تو برسوں تک صحراؤں میں محوا نجمن آرائی رہے اور طویل مدتوں تک انسانی چہرہ نہ دیکھا۔ نوافل، تلاوت، روزے، شب بیداری، نفس کشی، جہد و ریاضت اور تنہا باشی کا یہ دور آپ نے بڑے استقلال کے ساتھ طے کیا۔(۱)

مجاہدات کی ضرورت

گو یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ اکابرِ دین کا مقصد حیات دراصل خدماتِ دین سے متعلق ہوتا ہے مگر اس سلسلے کے کمال کے لئے زندگی میں ریاضت و خلوت کا دور آنا بھی ضروری ہوتا ہے کیونکہ ایک کامل داعیٔ دین کے لئے دین کے رازِ حقیقی اور روحانیت کے اسرارِ خفیہ سے واقف ہونا از حد ضروری ہے تاکہ وہ طمانیتِ قلب کے مقام پر کھڑا ہو کر دین کی صدا بلند کرے اور یہ اطمینانِ قلب یا "مشاہدۂ حقیقت" ایسی

1۔ حضرت شیخ محقق (عبدالحق محدث دہلوی) ان مجاہدات کے سلسلے میں فرماتے ہیں: "حضرت غوث نے فرمایا: میں پچیس سال تک تجرید کے رنگ میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں گھومتا رہا...... و باخدا عہدی بستم کہ نخورم تا نخورانند، و مدت ہائے مدید بریں میگزشت و عہد نمی شکستم و ہرگز عہدے کہ باخدا بستم نہ شکستم۔ دیکھئے اخبار الاخیار (آسی)

دولت ہے جو خلوت و تجرد کی پاکیزہ اور خاموش فضاؤں میں عطا ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ انبیاء کی زندگیوں میں بھی ایسے مرحلے موجود ہیں۔

گوہر مقصود کی تلاش

اسی حقیقت کے پیش نظر ہمارے ممدوح اور اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم دین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے سنت انبیاء کے مطابق تجرد اور تنہائی کی یہ راہ اختیار فرمائی۔ گوہر مقصود کی تلاش میں کبھی عارفین و اولیاء سے ملتے کبھی راتوں میں محو مناجات ہوتے اور کبھی مادیت بھری دنیا کی شنگی و شوخی سے دل برداشتہ ہو کر دریاؤں کے کناروں اور صحراؤں کی وسعتوں میں جا نکلتے۔ لیکن اس باب میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ یاد رہے کہ حضرت شیخ زندگی کے ہر دور میں ''سنت مصطفوی'' کے پوری شدت کے ساتھ پابند رہے۔

نفس کے ساتھ یہ کٹھن جنگ اور منزل حقیقت کی راہوں میں عاشقانہ تگ و دو کا یہ متواتر سلسلہ مدتوں تک جاری رہا اور اس دور میں آپ نے خطرات و خدشات نفس کا تجزیہ آخری حد تک کر لیا۔ خود فرماتے ہیں:

> ''ایک سال میں وساوس کے تعلقات قطع کیے، ایک میں اسباب خلق کے بندھن توڑے، ایک میں خطرات قلب کے رابطے ختم کئے اور پھر خواہشات نفس کو منقطع کرتا ہوا توکل کے دروازے پر آیا۔ یہاں طالبین کا ہجوم پایا۔ آگے بڑھا اور شکر کے دروازے کو دیکھا۔ پھر غنا اور مشاہدے کی منزلوں سے گزرا، مگر ہر جگہ ہجوم نظر آئے۔ آخر میں فقر کے دروازے پر پہنچا جہاں مکمل سکون تھا۔ یہاں داخل ہوا تو فضل الٰہی نے آگے بڑھ کر دستگیری

کی اور روحانی خزانوں سے مالا مال فرمادیا۔"

منزل

اس طرح پچیس برسوں کی صبر آزما مدت میں یہ دشوار گزار راستہ ختم ہوا اور خدائے تعالیٰ نے آپ کو منزل سے ہمکنار کیا۔ حقائق قدرت کا مشاہدہ و معائنہ ہونے لگا۔ "نظامِ امر" کے سلسلے عیاں ہو گئے۔ ادھر روحانیت والوں کی مرجعیت و مقتدائیت عطا ہو گئی۔ وقت کے اولیاء اور زمانے کے اقطاب و ابدال نیاز مندی کی نسبت پر فخر کرنے لگے۔ شیخ شطنوفی لکھتے ہیں۔

اولیاء میں احترام

"شیخ بقا بن بطو، شیخ ابو سعد قیلوی اور شیخ علی بن ابی نصر ہیتی رحمتہ اللہ علیہم جناب شیخ کے مدرسے کی طرف آتے تو پہلے دروازے پر جھاڑو دیتے اور چھڑکاؤ کرتے اور بغیر اجازت دروازے میں داخل نہ ہوتے۔ جب جناب شیخ اپنے پاس بیٹھنے کے لئے فرماتے تو نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ کبھی جناب کی سواری کہیں جاتی تو یہی اولیاء زمان آگے بڑھ کر لگامیں تھامتے۔"(۱)

حج پر تشریف لے گئے تو شیخ ابن مرزوق اور شیخ ابو مدین نیاز مندانہ حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک سے خرقے پہنے۔ شیخ ابو نصر ہیتی فرماتے ہیں: جناب شیخ حضرت معروف کرخی کے مزار پر گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا سلام کے بعد فرمایا "اے شیخ معروف آپ ہم سے ایک درجہ آگے ہیں۔" پھر ایک عرصہ کے بعد دوبارہ گئے تو فرمایا۔ اے شیخ معروف السلام علیک ہم آپ سے دو درجے آگے بڑھ گئے ہیں۔ شیخ

1۔ اصلی عربی الفاظ ملاحظہ ہوں...... "یاتون مدرسة الشیخ عبدالقادر رضی الله عنه ویکنسون بابها ویرشونه ولایدخلون علیه الاباذن" بہجۃ الاسرار ص ۱۶۰

معروف کی قبر سے آواز آئی۔ "وعلیک السلام یاسید اھل الزمان" اے وقت کے سردار تم پر سلامتی ہو۔(۱)

خانقاہ اور تربیت صوفیاء

"علمی زندگی" کی تفصیلات میں سرکار غوثیت مآب کے مدرسے کا ذکر گزر چکا ہے۔ مگر اس باب میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ یہ مدرسہ طلباء کا دارالعلوم ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و تصوف کی بہت بڑی تربیت گاہ بھی تھا۔ گویا "علمی زندگی" کے بیان میں آپ اسے مدرسہ کہہ لیں مگر روحانی زندگی کے ذکر میں اسے صوفیاء کی خانقاہ کہیں، مدعا یہ ہے کہ فقراء اور صوفیاء کی جماعتوں کی جماعتیں آپ کے ہاں زیر تربیت رہتی تھیں۔ بہت سے اولیاء اور مشائخ اپنے علاقوں سے وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے۔ جن میں زریران، نہروان، بادزان، موصل، عراق عرب، عراق عجم اور سرزمین شام تک کے لوگ شامل نظر آتے ہیں۔

پیشوائی

اولیاء کی سرداری اور پیشوائی کا جو مرتبہ علیا آپ کو مرحمت ہوا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن آپ نے بغداد میں اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ "بفضلہٖ تعالیٰ میرا قدم اولیاء کے کندھوں پر ہے۔" تو مجلس میں حاضر ہونے والے بیسیوں مشائخ نے اٹھ کر آپ کا قدم مبارک اپنے کاندھوں پر لے لیا۔ جن میں شیخ ابو النجیب عبدالقاہر اور شیخ شہاب الدین سہروردی جیسے اعیانِ وقت بھی شامل تھے۔ علاوہ ازیں دور دراز کے علاقوں کے اولیاء نے اپنے اپنے مقامات پر اسی وقت گردنیں جھکا کر سرکار بغداد کے اس اعلان کو تسلیم کیا۔ چنانچہ شیخ حیات بن قیس حرانی، حران میں جھک

1۔ دیکھئے بہجۃ الاسرار ص ۲۳

گئے۔ شیخ ابومدین مغرب میں، شیخ عبدالرحیم قنا میں، شیخ عدی بن مسافر بالس میں، شیخ سوید سنجار میں، شیخ احمد بن رفاعی ام عبیدہ میں، شیخ عبدالرحمٰن طفسونج میں اور شیخ محمد بن موسیٰ بصرہ میں سرِتسلیم خم ہو گئے۔

اسی طرح بلادِ الٰہی کے تین سو تیرہ اولیاء اللہ نے اس فرمان کے احترام میں اپنے سر جھکا دیئے۔ یعنی ۶۰ اولیاء عراق عرب میں، ۴۰ عراق عجم میں، ۱۷ حرمین شریفین میں، ۳۰ شام میں، ۲۰ مصر میں، ۲۷ مغرب میں، ۲۳ یمن میں، ۱۱ حبشہ میں، ۷ سد سکندری میں، ۷ سراندیپ میں، ۲۷ جبل قاف میں اور ۳۵ جزائر بحر محیط میں جبین نیاز جھکانے والوں میں شامل تھے۔(۱)

سلاسل اربعہ کے لئے منبع فیض

فیوضات طریقت کے مسالک چار ہیں مگر ان سب کے لئے منبع افاضات آپ ہی کا آستانہ ہے۔ چنانچہ سہروردی، چشتی اور نقشبندی سلاسل کے مرکزی پیشواؤں نے حضرت غوث صمدانی کے بارے میں جن احساسات کا اظہار فرمایا ہے، ان کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مولانا جامی قدس سرہ السامی نے اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے۔

سر بر قدمت جملہ نہادند و بگفتند
تاللہ لقد اٰثرک اللّٰہ علینا

ترجمہ:۔ اے امام الاولیاء تمام اولیاء نے آپ کے مبارک قدموں میں اپنا سر رکھ دیا اور بیک آواز پکار کر وہی بات کہنے لگے جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہی تھی یعنی خدا کی قسم "خدا نے آپ کو ہم سب پر فضیلت دی ہے۔ جامی علیہ الرحمۃ کی اس منقبت کا پہلا شعر یہ ہے۔

وصف تو چہ گویم شہ غوث الثقلینا
محبوب نبی، ابن حسن، آل حسینا

(آتی)

شیخ شہاب الدین سہروردی(۲) بانی طریقہ سہروردیہ ارشاد فرماتے ہیں مجھے عہد تعلم میں فلسفہ و کلام سے از حد شغف تھا۔ میرے چچا نجیب الدین مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں لے گئے اور کہا یہ لڑکا "فلسفیات" کو نہیں چھوڑتا۔ اس پر جناب شیخ نے مجھے آگے بلایا اور پوچھا بیٹا کون سی کتابیں پڑھ لی ہیں، اس کے بعد کا واقعہ خود ان کے الفاظ میں سنئے:

فمریده علٰی صدری. فواللہ لما نزعہا انا لا احفظ من تلک الکتب لفظة...... ولکن وقر اللہ فی صدری العلم اللدنی

پس آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا، چنانچہ جونہی ہاتھ اٹھایا، کہ مجھے اس ذخیرہ کتب سے ایک لفظ بھی یاد نہ تھا۔ لیکن خدا نے میرے سینے میں علوم لدنیہ بھر دیئے۔

حضرت خواجہ چشت (۱) کی آپ سے عقیدت مندی کا یہ عالم ہے کہ جناب کے ارشاد "قدمی ہذا علی رقبہ کل ولی اللہ" کو سن کر کہا "بل علی حدقتہ عینی" یعنی آپ کا قدم مبارک تو میری آنکھوں کی پتلیوں پر ہے۔" (نفحات الانس جامی)

نقشبندی طریق کے راہ نما قطب ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ اپنے آخری مکتوب میں فرماتے ہیں۔

۱۔ اس کے علاوہ ان کی عقیدت اخبار الاخیار کی درج ذیل عبارت سے بھی ظاہر ہے۔ "شیخ بزرگ شہاب الدین عمر سہروردی فرمودہ است، کان الشیخ عبدالقادر سلطان الطریق المتصرف فی الوجود علی التحقیق و کانت لہ الید المبسوطۃ من اللہ فی التصریف والفعل الخارق الدائم۔" (صفحہ ۱۶)

ترجمہ:۔ شیخ بزرگ شہاب الدین عمر سہروردی نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر طریقت کے بادشاہ بالتحقیق وجود میں متصرف تھے اور تصرفات و کرامات میں آپ کو عظیم دخل حاصل تھا۔"

۲۔ خواجہ غریب نواز نے حضور کی شان میں قصائد بھی لکھے ہیں۔ مشہور ترین قصیدے کا مطلع حسب ذیل ہے۔

یا غوث معظم نور خدا مختار نبی مختار خدا — سلطان دو عالم قطب ہدیٰ حیران ز جلالت ارض و سما

مقطع میں فرماتے ہیں۔

معین کہ فدائے نام تو شد دریوزہ گر اکرام تو شد — شد خواجہ قراں کہ غلام تو شد دار و طلب تسلیم و رضا

(آسی)

تا آنکه نوبت به شیخ عبدالقادر جیلانی رضی الله عنه رسید۔ چوں نوبت ایں بزرگوار رسید...... وصول فیض و برکات دریں راه بهر که باشد از اقطاب و نجباء و بدلا بتوسط شریف وے رضی الله مفهوم می شود۔ چه ایں مرکز غیر اورا میسر نه شد۔ ایں جاست که فرموده

یہاں تک کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آگیا۔ جب آپ کا زمانہ آچکا تو اب ہر کسی کو راہ (طریقت) کے فیض و برکات آپ ہی کے ذریعے سے عطا ہو سکتے ہیں خواہ صالحین اور اقطاب و ابدال میں سے ہو کیونکہ یہ مقام کسی دوسرے کا نہیں۔ اسی لئے آپ نے خود فرمایا۔

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علی افق العلیٰ لا تغرب

دوسروں کی روشنیاں مدہم ہو گئیں، مگر میرا خورشید بلندی کے آفاق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

ان حقائق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ طریقت کے یہ سلسلے دراصل اُس مشعل کے مانند ہیں جس میں مختلف رنگوں کے شیشے لگے ہیں مگر روشنی کا مرکز ایک ہی ہے اور وہ مرکزِ نور بغداد کا خورشید درخشاں ہے۔

تبلیغی زندگی

اس باب میں ہم سرکار غوثیت پناہ کی دینی خدمات کے اس حصے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق تبلیغ ودعوت سے ہے۔ یہ اس کتاب کا آخری باب ہے اور یہی ہمارا اہم ترین مبحث ہے کیونکہ اسلام میں اشخاص ورجال کی عظمت و مقبولیت کا راز، انہی دینی تبلیغی اور اجتماعی خدمات میں مضمر ہوتا ہے۔

جب ہم حضرت شیخ کی زندگی کو ایک مبلغ وداعی کی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے اس مبارک زندگی کو خاص اسی کام کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ کیونکہ اس زندگی کے گوشوں میں وہ تمام صلاحیتیں اور خصوصیتیں بدرجہ اتم جمع کردی گئی تھیں جو ایک کامل داعی دین کیلئے ضروری ہوتی ہیں۔ آپ کی مجلس وعظ، آپ کے اسلوب بیان، آپ کے خطیبانہ مقام اور آپ کے کام کے اثرات ونتائج، غرض اس ضمن کی جس چیز پر نظر ڈالئے خصائص عالیہ سے متصف نظر آتی ہے۔

مجلس وعظ کی خصوصیات

ایک مرتبہ حضرت شیخ نے عمر بن حسین طبی سے فرمایا "میری مجلس وعظ سے غیر حاضر نہ ہوا کرو کیونکہ یہاں روحانی برکات کی خلعتیں تقسیم ہوا کرتی ہیں۔" شیخ عمر طبی کہتے ہیں اس بات کو ایک رات گزر گئی اور ایک دن میں آپ کے وعظ کے دوران میں ذرا اونگھ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی خلعتیں اتر رہی ہیں اور اہل مجلس کو مل رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں اچانک چونک گیا۔ آنکھ کھلی تو جی چاہا کہ

سب اہل مجلس کو مطلع کردوں مگر شیخ نے منع فرمادیا۔"

شیخ ابو سعید قیلوی عراق کے اقطاب میں سے تھے۔ بغداد کے قریب قیلویہ بستی میں رہتے تھے اور بغداد میں جناب شیخ کے مواعظ سننے کے لئے اکثر آیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے کئی مرتبہ آپ کی مجلس وعظ پر انبیاء کرام کے انوار اور بعض اوقات جناب رسالت مآب سید الانبیاء ﷺ کا نور بھی چمکتا ہوا دیکھا ہے۔ (۱)

دورانِ وعظ کرامات

جب آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوتے قوت قدسیہ کی تائیدات ساتھ شامل ہوتیں اور بعض اوقات عجیب امور ظہور پذیر ہوتے۔ ۵۲۹ھ میں اندلس سے چل کر ایک شخص آیا۔ مجلس وعظ میں پہنچا، آپ کا وعظ سنا، تبحر علمی کی شان دیکھ کر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش جناب شیخ فلاں مسائل پر اظہار خیال فرمائیں تاکہ آپ کی تحقیقات سے میرے شبہات دور ہو جائیں۔ جونہی اس کے دل میں خیال پیدا ہوا جناب شیخ نے قلبی تصرف سے معلوم کرلیا اور فی الفور انہی مسائل پر ایسی جامع تقریر کردی جس سے اس شخص کی تشفی ہوگئی۔

1۔ دیکھئے بہجۃ الاسرار ص ۹۳ (کوکب) نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں---

"حضرت حبیب رب العالمین ﷺ نیز از برائے تربیت و تائید تجلی می فرمودند" (اخبار الاخیار ص ۱۳) یعنی سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام و آلہ اجمعین حضرت کی تربیت اور تائید کے لئے تجلی فرماتے تھے۔ نیز فرماتے ہیں۔

"جمیع اولیاء و انبیاء احیا باجساد و اموات بارواح و جن و ملائکہ در مجلس او حاضر می شدند"

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور مرکزِ کائنات سید موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات تشریف فرما ہوں تو انبیائے کرام اور اولیائے عظام میں سے کون پیچھے رہ سکتا ہے بلکہ جناب خضر علیہ السلام تو جس ولی سے بھی ملتے تھے، خصوصی طور پر یہی تلقین فرماتے تھے۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔

خضر علیہ السلام اکثر اوقات از حاضران مجلس شریف می بود و از مشائخ عصر ہر کرا ملاقات می کرد وصیت می نمود بملازمت مجلس شریف او۔ می فرمود مَنْ اَرَادَ الْفَلَاحَ فَعَلَيْهِ بِمَلَازَمَةِ هٰذَا الْمَجْلِسِ (دیکھئے اخبار الاخیار آتی)

ایک دن جب کہ آپ ایک بہت بڑے اجتماع میں وعظ کہہ رہے تھے ایک دم ابر چھا گئے اور بارش شروع ہو گئی مجلس میں کچھ لوگ ادھر ادھر ہونے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا۔ اے بادل! میں مخلوق خدا کو ذکر خدا کے لئے جمع کرتا ہوں اور تو منتشر کرنا چاہتا ہے۔" راوی لکھتا ہے یہ کہنا تھا کہ بارش بند ہو گئی۔ ان روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دوران خطاب آپ کی معنوی اور قلبی کیفیات کس قدر منور ہوتی تھیں اور تائید ایزدی کس طرح شامل حال ہوتی تھی۔

خطیبانہ خصوصیات

اگر ہم آپ کے روحانی و دینی مقام سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ کو محض ایک خطیب کی حیثیت سے دیکھیں تو بھی فنی اعتبار سے آپ ایک بلند پایہ خطیب تسلیم کئے جائیں گے۔ قدرت نے آواز ایسی بلند اور بھرپور عطا کی تھی جو ہزار ہا کے مجمع میں دور اور نزدیک سے یکساں سنی جاتی تھی۔ سینہ کشادہ تھا۔ پیشانی چوڑی اور بلند تھی۔ ڈاڑھی گھنی اور پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھیں سیاہ اور چمکیلی تھیں۔ چنانچہ جب ممبر پر بیٹھ جاتے تو اہل مجلس پر سناٹا چھا جاتا اور جب گفتگو شروع کر دیتے تو ایک ایک لفظ توجہ کے ساتھ سنا جاتا۔ آپ کا انداز بیان بھی بہت سی خوبیوں پر مشتمل تھا۔ تشبیہات، تمثیلات اور استعارات بھی استعمال فرماتے۔ مضمون بلند ہونے کے باوجود اتنا دلپذیر اور موثر ہوتا تھا کہ راستہ چلتے ہوئے لوگ کھڑے ہو جاتے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ "حقائق عالیہ کو وعظ کے رنگ میں لا کر بیان کرنے میں آپ کو بڑا کمال حاصل تھا۔"

تقریر کی حالت میں آپ کی قلبی طمانیت اور استقلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ دوران تقریر میں چھت سے ایک سانپ گرا اور آپ کی گردن میں لپٹ گیا۔ شیخ احمد بن صالح جیلی اس واقعے کے راوی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حاضرین پر ہراس طاری ہو گیا

کہ مبادا کوئی گزند نہ پہنچے مگر آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور اپنی جگہ سے حرکت نہ فرمائی۔ اتفاق دیکھئے کہ اس تقریر میں آپ تقدیر کے مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔

ایک خطیب کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عوام میں مقبول اور ہر دلعزیز ہو تاکہ اس کی باتوں کو محبت اور دلچسپی سے سنا جائے۔ حضرت شیخ کی محبوبیت کا اندازہ یہاں سے ہوتا ہے کہ اگر آپ سفر پر جاتے تو جس بستی میں بلکہ جنگل میں قیام کرتے مخلوقِ خدا فرط عقیدت سے جمع ہو جاتی اور ویرانوں میں چہل پہل کے سمے بندھ جاتے۔ بغداد میں جب بازار کی طرف نکلتے تو امیر و غریب استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ شہر میں جن مقامات پر وعظ کی مجلس منعقد ہوتی تھی وہ زبان زد عام و خاص ہو چکے تھے۔ لوگوں کو جگہ اور پروگرام کا علم ہوتا تھا اور وقت مقررہ پر ہزارہا کی تعداد میں لوگ کھچے چلے آتے تھے۔

خصوصیاتِ وعظ

آپ کے مواعظ کی عجیب ترین خصوصیت یہ تھی کہ ہر نشست کی گفتگو بہ یک وقت عوام اور خواص (علماء و صوفیاء) ہر دو طبقوں کے لئے قابل فہم اور موزوں و مناسب ہوتی۔ علماء کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ چار چار سو کی تعداد میں ایسے اہل علم ہر مجلس میں شریک ہوتے جو آپ کا ایک ایک کلمہ لکھ لیتے تھے اور عامۃ الناس پر تاثیر کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ وہ بے خود ہو جاتے۔ آغاز میں ایک محلہ میں وعظ کی ابتداء کی تھی مگر عوام کے بڑھتے ہوئے اجتماعات کے پیش نظر شہر کی عیدگاہ میں مجلس کا انعقاد ہونے لگا اور پھر شہر کے مختلف مقامات میں ہفتہ وار محفلوں کا سلسلہ جاری کرنا پڑا۔ یہ سب باتیں عوام میں آپ کے مواعظ کی دلپسندی اور محبوبیت کی کافی دلیل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اولیاء اور صوفیاء بھی آپ کے وعظوں میں بکثرت موجود ہوتے۔ کیفیت یہ تھی کہ عراق کے دوسرے شہروں سے کئی صوفیا سفر

کر کے مجلس وعظ میں حاضر ہوتے۔ چنانچہ شیخ علی ہیتی زریران کی بستی سے چل کر آیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں قیلویہ، نہر ملک، نہروان، موصل، یعقوبا اور باذان جیسے مقامات سے آکر بیشتر اہل اللہ حاضر مجلس ہوتے۔

مجلس وعظ میں مشائخ

ایک روایت کے مطابق آپ کی ایک مجلس میں مندرجہ ذیل مشائخ اور صوفیاء موجود تھے۔

شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی	شیخ عثمان بن مرزوق بطائحی
شیخ بقا بن بطو نہر ملکی	شیخ ابو سعد قیلوی
شیخ علی بن ابی نصر ہیتی زریرانی	شیخ ابوالعباس احمد جوسقی
شیخ ابو یعلی محمد بن فراء	شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی
شیخ ابو عواجا جوستی	شیخ عثمان طریفنی
شیخ مظفر جمال	شیخ عباد البواب
شیخ جلیل صاحب الخطوہ والزعفۃ	شیخ ابو بکر حمامی
شیخ ابو حفص عمر کیماتی	شیخ ابو محمد علی یعقوبی
شیخ ابو محمد حسن فارسی بغدادی	شیخ ابو حفصی غزالی
شیخ ماجد الکردی	شیخ ابو حکیم بن ابراہیم نہروانی
شیخ عثمان بن مرزوق قرشی	شیخ مکارم الاکبر
شیخ مطر الباذرانی	شیخ جاکیر
شیخ خلیفہ بن موسیٰ اکبر	شیخ صدقہ بن محمد بغدادی
شیخ یحیٰی بن محمد مرتعش	شیخ ضیاء الدین ابراہیم جولی

شیخ ابو عبداللہ محمد دریالی قرشی	شیخ عثمان بن مرزوق بطائحی
شیخ ابو عبداللہ محمد موصلی	شیخ ابوالعباس احمد یمانی
شیخ ابو عبداللہ عراقی الخاص	شیخ داوٗد
شیخ ابوالعباس احمد قرشی	شیخ عثمان بن احمد عراقی
شیخ سلطان بن احمد مزیّن	شیخ ابو بکر بن عبدالحمید شعیبانی
شیخ ابوالعباس احمد بن الاستاذ	شیخ ابو محمد احمد بن عیسیٰ کوسجی
شیخ مبارک بن علی جمیلی	شیخ ابوالبرکات ابن معدان عراقی
شیخ عبدالقادر ابن حسن بغدادی	شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حزیمی عطار
شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی المعالی	شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز
شیخ شہاب الدین عمر سہروردی	شیخ محمد بن عثمان لغال

ان جلیل القدر صوفیاء کی شرکت سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے خطبات کس قدر مضامین عالیہ پر مشتمل ہوتے ہوں گے اور ان میں شریعت و طریقت و معرفت کے کیسے کیسے قیمتی مسائل بیان ہوتے ہوں گے۔ ورنہ ایک عام قسم کے وعظ میں صوفیاء کا شریک ہونا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ لیکن دوسری طرف دیکھتے ہیں تو عوام بھی ہزارہا کی تعداد میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں اور پھر محض بیٹھنا نہیں بلکہ ان کی زندگیاں بدلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ بہر کیف ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آپ کے مواعظ میں اصل مضمون اتنا بلند پایہ ہوتا تھا کہ علماء اور صوفیاء اس کے محتاج تھے مگر زبان و انداز بیان اتنا سادہ اور درد مندانہ ہوتا تھا کہ عوام کے قلوب و اذہان پر بھی گہرے اثرات پڑتے تھے اور فن خطابت کا یہ انتہائی کمال ہے کہ خطیب کی بات سے لوگوں کا ہر طبقہ مستفید ہوتا ہو۔

موضوع

جناب شیخ کے مواعظ میں جن موضوعات کا بہ کثرت ذکر پایا جاتا ہے وہ تقریباً یہ ہیں:

(۱) توحید۔ اسلام کی صداقت و حقانیت (۲) تصوف اور روحانیت

(۳) اتباعِ سنت اور اتباعِ صحابہ (۴) تقویٰ اور تزکیہ

آپ کے اختیار کردہ یہ عنوانات بھی محض ذوقاً یا اتفاقاً نہ تھے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہ امور اس عہد میں اسلام کی اشاعت و حفاظت کے تقاضوں کے عین مطابق تھے۔

اسلامی تعلیمات کا زوال

تاریخی اعتبار سے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کا زمانہ اسلامی تعلیمات کے زوال و اضمحلال کا دور تھا۔ اموی اور عباسی خلفاء کے ابتدائی سلسلے نے دیگر علوم اور زبانوں کا لٹریچر عربی میں منتقل کرنے کی جو مہم شروع کی تھی وہ اول نظر میں علم اور دانش کی خدمت سمجھی جاتی رہی۔ چنانچہ مسلمان فضلاء اس کام میں پوری کوشش سے مصروف ہو گئے لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کے ذہن فلسفہ اور عقلیت محضہ سے متاثر ہونے لگے اور اسلامی اعتقادات میں خدشات کا دور شروع ہو گیا۔

عقلیت محضہ (۱)

عقلیت محضہ کی یہ تحریک مذکورہ صدیوں میں اپنے عروج پر تھی۔ یہی باعث ہے کہ حجۃ الاسلام غزالی اس کا ردِ عمل بن کر اس دور میں ظاہر ہوئے۔

1۔ عقلیت محضہ سے ایسا اندازِ فکر مراد ہے جس میں عقلِ آزادہ کو مکمل رہنما تسلیم کر لیا جائے اور وحی و نبوت کی ہدایت کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا جائے۔ مسلمانوں میں جب یہ رجحان پیدا ہوتا ہے تو اس سے ہمارے معاشرے میں وہ "دانشور" ابھرتے ہیں جو دین اور نبوت کے ساتھ وابستگی پر شرم محسوس کرنے لگتے ہیں۔ (کوکب)

عیسائیت

اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس وقت اسلامی خلافت روبہ زوال ہو رہی تھی اور سیاسی و سلطنتی کمزوری کے سبب سے عیسائیت اسلام پر حملہ آور ہو چکی تھی۔ اس طرح علمی فکری اور معاشرتی طور پر اسلامی دنیا میں عیسائیت کے افکار و معتقدات پھیل رہے تھے اور اسلام کے لئے یہ ایک زبردست خطرہ تھا۔

شیعی تعصب

اس دور کی تیسری چیز یہ تھی کہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کے غلط طرز عمل سے شیعی تعصب کے غلط رجحانات روز بروز زور پکڑتے جا رہے تھے اور بالآخر اسی خلفشار نے عباسی خلافت کو قبر کے کنارے تک پہنچادیا۔

ان مذکورہ عقلی و مذہبی فتنوں کے ساتھ لازمی طور پر مسلمانوں میں بے یقینی اور بے عملی پھیل رہی تھی جو فسق وفجور کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اس وضاحت سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کو مذکورہ چار بڑے خطرات سے واسطہ پڑ رہا تھا۔ جن کو مختصراً یوں شمار کر لیجئے:۔

(۱) عیسائیت (۲) فلسفہ یونان اور عقلیت محضہ (۳) شیعی تعصب (۴) فسق وفجور کی لہریں۔

اب حضرت شیخ غوثیت مآب کی تقریروں کے موضوعات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ آپ کے ذہن عالی نے ان تمام فتنوں کا کیسی بالغ نظری کے ساتھ مطالعہ کر لیا تھا اور ان کے مقابلے کے لئے کیسے جامع اور مطابقِ ضرورت منصوبے کے ماتحت تبلیغ کا کام شروع کیا تھا:

ا۔ عیسائیت کے معتقدات کو شکست دینے کے لئے آپ توحید کے مسئلے کی وضاحت فرماتے اور اسلام کی سچائی کو ثابت کرتے۔ آپ کے بعض خطبات میں حضرت خضر

علیہ السلام سے مکالمہ پایا جاتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں۔

"اے اسرائیلی بزرگ ٹھہر جاؤ اور ذرا اس محمدی کی باتیں بھی سن لو۔"

حضرت خضر کی اہل روحانیت کے ہاں جو حیثیت ہے اس کے علاوہ غالب گمان یہ ہے کہ یہاں تبلیغی اعتبار سے "خضر" اہل کتاب کے نمائندے کی حیثیت سے مخاطب ہیں اور اس خطاب کی وساطت سے دراصل جملہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو پیغامِ محمدی سنانا مقصود ہے۔ "اسرائیلی" اور "محمدی" کے الفاظ اس مفہوم کی طرف واضح اشارہ کررہے ہیں۔

۲۔ یونانی فلسفے اور عقل پسندی کی تحریک کے پیش نظر آپ نے روحانیت اسلامیہ کے اصول پیش کئے اور اس تحریک کا فطری علاج یہی ہے کیونکہ عقل کے مقابلے میں جب وجدان کے حقائق پیش کئے جاتے ہیں تو "عقل محض" کی حیثیت صرف "چراغ راہ" کی رہ جاتی ہے اور انسان کو اپنے عروج کی منزل مقام وجدان پر نظر آنے لگتی ہے۔ امام غزالی گو ایک مدت تک فلسفے کا جواب فلسفے سے دیتے رہے۔ چنانچہ "تہافتہ الفلاسفہ" اسی دور کی یادگار ہے مگر بالآخران کو بھی اسی راہ کی طرف مائل ہونا پڑا جسے جناب شیخ ابتداء ہی سے اختیار کئے ہوئے تھے۔ فقہ، تصوف اور نبوت وولایت کی جو بحث آپ کے ارشادات میں پائی جاتی ہے وہ اسی شعبے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

۳۔ تیسری چیز شیعی تعصب کے وہ غیر صحت مندانہ رجحانات تھے جن کی بنیاد انکارِ صحابہ پر رکھی گئی ہے اور نتیجہ کے طور پر اس میں سنت نبوی کا انکار بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے لئے آپ نے اصل بنیاد "سنت" کی اتباع پر زور دیا اور اس کے ساتھ ہی صحابہ رسول کی مدح سے اپنے خطبوں کو آراستہ کیا۔ تقریر کے علاوہ آپ کے دوسرے لٹریچر میں بھی صحابہ کرام کی بہت شان بیان کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ "غنیۃ الطالبین" کے اکثر مقامات پر ان شبہات کا مدلل ازالہ فرمایا ہے، جو حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام پر وارد کئے جاتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی امتی خواہ کتنا ہی مقبول و مقرب کیوں نہ ہو جائے، ایک ادنیٰ صحابی کی گردِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت سے شیعہ تائب ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ شیعہ حضرات کا ایک گروہ مجلس ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

۴۔ فسق و عصیاں کے سیلاب کا علاج آپ نے تقویٰ، ورع، تزکیہ اور خوف خدا کی تعلیم و تلقین سے کیا۔ لوگوں کو نفس کی شرارتوں سے مطلع کرتے اور اس کے وساوس سے بچنے کی راہیں بتلاتے۔ ایسی آیات قرآنی بکثرت اپنی تقریر میں لاتے جن کے مفاہیم لوگوں کے دلوں میں اثر پیدا کرتے ہیں، اور خدا کی طرف رجوع لانے کا جذبہ ابھرتا ہے۔ تقریباً ہر خطبہ ایسی ہی کیفیات کا حامل ہوتا تھا۔ ذیل کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ اس میں تاثیر کی گہرائی اور خطابت کی شان دونوں چیزیں نظر آتی ہیں۔

"اے انسان! مالک حقیقی سے ڈر۔ جو شخص صدق دل سے پرہیزگاری اختیار کرتا ہے وہ ماسویٰ سے بری ہو جاتا ہے۔ لوگو! ایسی باتوں کا دعویٰ نہ کرو، جو تم میں نہیں ہوتیں۔ جب تک نفس کی کدورتیں نہیں مٹتیں دل کی کدورت نہیں مٹ سکتی۔ جب تک نفس لعین اصحاب کہف کے کتے کی طرح رضائے الٰہی کے دروازے پر نہ بیٹھ جائے، دل میں ہرگز ہرگز صفائی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اور جب کامل صفائی (طمانیت قلب) پیدا ہو جائے گی، اس وقت یَاأَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً "اے مطمئن جان! اپنے پروردگار کے دربار کی طرف خوش و خرم آجا۔" کی روح پرور صدا آئے گی۔ اس وقت اس کی عظمت

وجلال کا مشاہدہ ہوگا۔ اور تیرے کانوں میں "یَا عَبْدِیْ یَا عَبْدِیْ اَنْتَ لِی وَانا لک" "اے میرے بندے تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔" کا خطاب جاں فزا۔۔سنائی دینے لگے گا۔"

مضمون اور موضوع کے لحاظ سے آپ کے خطبات کی جو حیثیت یہاں بیان کی گئی ہے یہ ان لوگوں کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوگی، جو آپ کے خطبات اور مواعظ کا تفصیلاً مطالعہ کریں۔ اور ایک سمجھدار قاری دوران مطالعہ اس حقیقت کا ضرور اعتراف کرے گا، کہ تقاریر کا یہ ذخیرہ، موثر، مفید، علمی اور قیمتی ہونے کی وجہ سے اسلامی لٹریچر میں انتہائی ممتاز مقام کا حامل ہے۔ اور اس کی افادیت آج بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ چھٹی صدی ہجری میں تھی۔(۱)

اثرات تبلیغ

ایک مبلغ کی کوششوں کی قدر و قیمت جاننے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے ماحول میں اس کے کام کے نتائج کیا ہیں۔ کیونکہ کامیاب تبلیغ ماحول کے سانچے کو بدل دینے کا نام ہے، نہ کہ صرف کہنے کہلانے کا۔ اور اس لحاظ سے حضرت شیخ کا تبلیغی کام بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔ آپ کے سیرت نگاروں کا متفقہ بیان ہے کہ آپ کا کوئی وعظ بھی کامیاب اور گہرے اثرات سے خالی نہ ہوتا تھا۔ ہر مجلس میں لوگوں پر رجوع وانابت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ وہ تڑپتے، تلملاتے، اپنی تاریک زندگیوں

1۔ مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اس کتابچے کی تنگ دامانی کے پیش نظر میں آپ کے خطبات پر سیر حاصل گفتگو نہیں کر سکا۔ حق تو یہ تھا کہ موضوع اور مضمون کے جن گوشوں کی طرف یہاں اشارے کئے گئے ہیں ان کی تفصیل و وضاحت کے لئے خطبات کے متعدد اقتباسات درج کئے جاتے۔ بلکہ آپ کے تمام مواعظ کا انتخاب اور لب لباب پیش کر دیا جاتا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لئے ایک طویل فرصت اور علیحدہ تصنیف کی ضرورت ہے۔ جس میں آپ کی تقریر اور تحریر پر وسیع نظر ڈالی جائے اور آپ کی ساری تعلیمات کا ایک ملخص سامنے لایا جائے۔ مگر اس کام کے لئے سر دست فراغت مہیا نہیں ہو سکی۔ (کوکب)

پرنادم ہوتے اور اٹھ اٹھ کر اپنی توجہ کا اعلان کرتے۔

مجلس وعظ کی شہرت اور تاثیرات کی خبریں سن کر دور دور سے ہر مذہب وملت کے افراد، سننے کے لئے آتے۔ عیسائی، یہودی، مجوسی، مادہ پرست، عقلیت پسند، ملحد اور دہریئے، غرض ہر مکتب فکر کے لوگ کھنچے چلے آتے۔ ان میں سے کوئی امتحان اور آزمائش کی نیت سے آتا اور کوئی تفریح ومشغلہ کے طور پر۔ مگر جو مجلس میں پہنچ جاتا وہ اسلامی دنیا کے اس عظیم داعیٔ وقت کا مدلل اور پر جذب خطاب سن کر مبہوت ہو کر رہ جاتا اور اثر کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لے جاتا۔ اس طرح دوسرے مذاہب کے بہت سے لوگ مجلس وعظ میں آکر مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔

بلاد مغرب سے عیسائیوں کا ایک گروہ تلاش حق کے لئے چلا۔ ان کو بتایا گیا کہ تمہارا گوہر مقصود بغداد میں ہے۔ چنانچہ وہ بغداد میں آکر، آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔۔۔ یمن کا ایک راہب ایک دن مجلس میں آکر کہنے لگا، میں صداقت کا آرزومند تھا مگر منزل نہ ملتی تھی۔ آخر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا، تم عراق جاؤ اور شیخ عبدالقادر جیلی کے ہاتھ پر اسلام لاؤ۔

جو ایمان لائے

مشرف بہ اسلام ہونے والوں کا یہ سلسلہ آپ کے زمانہ تبلیغ میں ہمیشہ جاری رہا۔ شیخ شطنوفی کا محتاط اندازہ ہے کہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں سے پانچ سو سے زائد لوگ مسلمان ہوئے تھے۔

شیعی تعصبات رکھنے والوں کی ضد بازی بھی بمشکل قابلِ اصلاح تھی۔ مگر آپ کی محفل میں کئی شیعہ بھی تائب ہو کر اہل سنت کے مسلک میں داخل ہوئے۔ ''بہجۃ الاسرار'' میں شیعوں کی ایک جماعت کا واقعہ درج ہے۔ کہ وہ مجلس وعظ میں آئے اور آپ کی ایک کرامت دیکھ کر اپنے مسلک سے تائب ہو گئے۔ گو اس عہد میں سیاسی

حیثیت سے شیعیت کو ابھارا جارہا تھا۔ مگر آپ کے سلسلہ تبلیغ سے یہ بڑھتا ہوا زور بہت حد تک تھم گیا۔ چنانچہ صاحب "طبقات" نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ "آپ سے اہل سنت کو بہت تقویت اور تائید حاصل ہوئی۔

جو تائب ہوئے

فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے لوگ بھی مشکل ہی سے سدھرا کرتے ہیں۔ مگر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ آپ کی تبلیغ سے ایک لاکھ زندگیاں راہ راست پر آگئیں۔ اور ان میں سے بیشتر صالحین کے طبقے میں داخل ہوگئے۔ یعنی یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ آپ ڈاکوؤں کو اپنے فیض نظر سے زاہد اور پارسا بنا دیتے تھے۔

اوپر کی سطور میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ مورخین کے محتاط اور محدود اندازوں کے مطابق ہیں۔ ویسے اگر غور کیا جائے تو آپ کی تبلیغ نے اسلامی تاریخ میں اشاعت دین کا ایک شاندار باب کھولا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اثرات صرف بغداد یا عراق تک محدود نہ تھے، بلکہ آپ کا کام عالمگیر حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ کیونکہ اول تو آپ کے ذاتی علم و فضل اور روحانی کشش نے ساری اسلامی دنیا میں آپ کو معروف بنا دیا تھا۔ اور ثانیاً بغداد کی بستی اس عہد میں اقوام عالم کے مجموعی معاشرے کا مرکز تھی۔ اور پھر اس بستی میں آپ کے اجتماعاتِ وعظ، بڑے بڑے پبلک مقامات پر منعقد ہوا کرتے تھے۔ جن میں سے ہر اجتماع تقریباً لاکھ کی تعداد پر مشتمل ہوتا تھا۔ اور تمام اقوام وملل کے افراد موجود ہوتے تھے۔ یہاں سے خود بخود اندازہ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں آپ کی برکاتِ تبلیغ کی لہریں کیسی عظمت کے ساتھ پھیلی ہوں گی۔ جب کہ یہ سلسلہ سالہا سال تک متواتر جاری رہا تھا۔ اور ایک خاص موثر حقیقت یہ تھی کہ عوام میں، خواص میں، علماء میں، صوفیاء میں اور امراؤ سلاطین میں آپ کو جو عزت، عقیدت اور ہیبت حاصل تھی، وہ آپ کے مواعظ کی حیثیت کو بہت بیش قیمت اور پُر اثر بناتی تھی۔ کہاں

ایک عام واعظ کا کچھ کہنا اور کہاں ایک مقتدائے روزگار شخصیت کا منبر تبلیغ سے دین کا پیغام پہنچانا---ذرا تصور کیجئے! ایک ایسی شخصیت کا جس کے در پر وقت کے فرمانروا جھکتے تھے، جس کی مقبولیت اور مرجعیت عالمگیر تھی، جس کے کاشانے پر ساری اسلامی دنیا کھچی چلی آتی تھی، اور جس کے پاس اس کی زندگی کی ساری سہولتیں، جملہ نعمتیں اور تمام دولتیں موجود تھیں۔ مگر اس کی اپنی دلچسپیاں یہ تھیں کہ اس کا سارا سارا دن قرآن و حدیث کی تعلیم میں گزر جاتا۔ پھر کبھی وہ بغداد کی عیدگاہ میں اور کبھی اپنے مدرسہ و خانقاہ میں عوام کے اجتماعات کے سامنے "قال اللہ و قال الرسول" کے ترانوں میں سرمست و سرشار نظر آتا---ایک ایسا شخص کہ حیات دنیا کی رعنائیاں اس کے قدموں تلے ہوں، زمانے کی حکومتیں اس کی بلائیں لیتی ہوں اور سارا عالم اسے خراج عقیدت پیش کرتا ہو---لیکن وہ اپنی راہ پر چلتا ہی رہے اور ایک لحہ کے لئے بھی دنیا کی دلچسپیوں اور دلفریبیوں سے متاثر نہ ہو۔ اس کی راتیں سوز و درد میں اور اس کے دن تبلیغ و خدمت میں گزرتے ہوں، اس کی گفتار، اس کا کردار، اس کا اٹھنا، اس کا بیٹھنا، اس کا سونا، اس کا جاگنا غرض پوری کی پوری زندگی تبلیغ و ارشاد ہو۔ ذرا سوچئے، کہ دین خدا کے ایسے متوالے اور پیغام رسول ﷺ کے ایسے شیدائی سے کون متاثر نہ ہوگا؟ ان کی گفتار سے کتنے پتھر موم ہوئے ہوں گے۔ ان کی زندگی سے کتنی زندگیاں پارس بنی ہوں گی، ان کی نگاہ سے کتنے بخت بیدار ہوئے ہوں گے اور ان کی نور جبین سے کتنے چراغ جگمگائے ہوں گے۔ اس پر عظمت داستان کی تفصیل پوچھنا ہو تو بغداد کے در و دیوار سے پوچھو، حلبہ برانیہ کی گلیوں سے پوچھو، قاضی ابو سعید کے مدرسے کے میناروں سے پوچھو اور اپنی تاریخ کے ان اوراقِ درخشاں سے پوچھو۔ جن کو صدیوں سے غفلت کے غلافوں میں چھپا چکے ہو۔

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

آپ کے کام پر ایک نظر

ان صفحات میں علمی، روحانی اور تبلیغی خدمات کا جو تذکرہ ہوا ہے وہ اس لحاظ سے ہمیں حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ یہ عظیم الشان کام، جو دراصل ایک بڑی جماعت کی منظم کوششوں کا نتیجہ ہو سکتا تھا، صرف ایک زندگی، ایک وجود، اور ایک انسانی عمر سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ مدرسے میں سینکڑوں طلباء کو خود پڑھا رہے ہیں۔ فتویٰ خود لکھ رہے ہیں، مسائل خود بتلا رہے ہیں، خانقاہ میں صوفیا کو سلوک کی منزلیں خود طے کرا رہے ہیں، اخلاق، آداب، تزکیہ اور تہذیب کی تربیت خود دے رہے ہیں، مبلغین اور مدرسین کو ٹریننگ خود دے رہے ہیں، شہر کے مختلف مقامات پر اجتماعات کا انتظام خود کر رہے ہیں اور لاکھوں مخلوق میں بذات خود وعظ فرما رہے ہیں۔ انصاف تو یہ ہے کہ کام کے ان شعبوں میں سے ہر شعبہ ایک مستقل ادارے کا تقاضا کرتا ہے۔ مگر گذشتہ تفصیلات سے یہ حقیقت روشن ہو چکی ہے کہ یہ سارا نظام صرف ایک شخصیت سے چل رہا تھا۔

اس عظیم القدر کام کی ایک دوسری جھلکی یہ ہے کہ آپ کے دارالعلوم میں چھ سو سے زائد طلباء تعلیم پاتے تھے۔ اگر ہر سال کم از کم دو سو طالب علم بھی سند تکمیل حاصل کرتے تھے تو بتیس برس کے عرصے میں کتنے فضلاء پیدا ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح خانقاہ اور دارالافتاء کا کام بھی اسی عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ وعظ و تبلیغ کا یہ عالم ہے کہ ہر ہفتے میں تین وعظ مستقل طور پر ہمیشہ ہوتے تھے۔ اس طرح ہر سال میں ایک سو چھپن خطبات بنتے ہیں، جو چالیس سال کے عرصے میں چھ ہزار دو سو چالیس کی تعداد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اندازہ کیجئے اس مبلغ کے کام کی عظمتوں کا، جس نے قوم کو سوا چھ ہزار ایسے قیمتی خطبات دیئے ہوں جن کو قلم بند کرنے کے لئے چار سو قلم متحرک ہوتے، اور جس نے ہزارہا عالم اور پارسا پیدا کر کے قوم کے دامن کو علم و فضل کے موتیوں سے بھرپور کر دیا ہو۔

قدم قدم پہ کھلائے ہیں گلستان تو نے

غوث اعظم

اس کتابچے کا مطالعہ کرنے کے بعد لفظ "غوث اعظم" کا مفہوم اور پس منظر سمجھ میں آ جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ "غوث اعظم" اس لئے کہلاتے ہیں، کہ دور صحابہ سے متاخر زمانوں میں آئمہ دین کے بعد آپ کی اسلامی خدمات، سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں ظاہر ہوئے جبکہ سیاسی اضمحلال کے باعث علمی فکری اور معاشرتی طور پر مسلمانوں میں باطل کے اثرات رچ رہے تھے۔ ان حالات میں آپ کے دل دردمند میں اشاعت دین کا عزم پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد جلیل کے لئے تیاری کی اور پھر ساری زندگی اسی محبوب مقصد میں صرف کردی۔ چونکہ اسلام کی تعلیم ظاہر و باطن کے تزکیہ و اصلاح پر مشتمل ہے، اس لئے جناب موصوف نے اپنی ذات میں دونوں روشنیوں کے چراغ فروزاں کئے۔ خدا نے فطری صلاحیتیں بھی غیر معمولی عطا کی تھیں۔ بعد ازاں علوم و حکم کی تحصیل، محنت، ریاضت، عبادت، مجاہدتِ نفس اور رجوع الی اللہ کے ثمرات نے "نورٌ علی نور" کا سماں پیدا کر دیا۔ ظاہر و باطن کی تکمیل و تطہیر کے بعد آپ تبلیغ و دعوت کے میدان میں اتر آئے اور اس زندگی کی آخری سرحد تک، خدمت دین کی راہ پر مضبوطی سے قائم رہے۔ خدمت دین کی راہوں میں آپ کی استقامت اور مسلسل مخلصانہ جدوجہد، ہر دور کے مسلمانوں کے لئے ایک درخشاں مثال بنی رہے گی۔

قرآن کتابِ ہدایت ہے۔
مکمل ضابطۂ حیات ہے۔
قرآن ہماری دنیوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے۔
قرآن کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ ! بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہمِ قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجازِ قرآن کا حسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہلِ دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

ہماری نئی مطبوعات

کتاب	مصنف
میلاد رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم	مؤلف:۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی
جمال قرب الٰہی	مرتبہ:۔ سید غلام دستگیری زیدی نقشبندی
جمال ذکر الٰہی	مرتبہ:۔ سید غلام دستگیر زیدی نقشبندی
زہد کی حقیقت	مؤلف حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
مراقبہ کی حقیقت	مؤلف:۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
توبہ کی حقیقت	مؤلف حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
علم کی حقیقت	مؤلف:۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
تذکرۃ الروح	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
تذکرۃ الموت	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
تذکرۃ القبر	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
علم وعرفان	مؤلف:۔ مولانا محمد شریف نقشبندی
عاشورہ	مؤلف:۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون:۔ 7221953